ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

ربیع الاول ۱۴۴۵ھ   OCT.2023







دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور (یوپی)

جامعہ مظاہر علوم کا ترجمان

ماہنامہ

مظاہر علوم

سہارنپور

جلد نمبر ۲۹ شمارہ نمبر ۶

ربیع اول ۱۴۴۵ھ اکتوبر ۲۰۲۳ء

زرتعاون

فی شمارہ	۳۰ روپے
سالانہ زرتعاون	۳۰۰ روپے
بیرون ملک سالانہ	۲۵ ڈالر

ترسیل زر کا پتہ

دفتر ماہنامہ مظاہر علوم سہارنپور ۲۴۷۰۰۱ (یوپی)

MAZAHIR ULOOM MONTHLY MAGAZINE
SAHARANPUR 247001(U.P.) INDIA
Ph: 0132-2655542
Email-jamiamazahir@gmail.com

اس شمارے میں

○ دائرہ کا سرخ نشان آپ کی مدت خریداری ختم ہونے کی علامت ہے، آئندہ کے لیے رقم ارسال فرمائیں۔

☆ شائع شدہ مضامین سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔

☆ جواب طلب امور کے لیے لفافہ اور خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

☆ ماہنامہ، انگریزی ماہ کی ۲/ تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ ۱۰/ تاریخ تک موصول نہ ہونے پر مطلع فرمائیں۔

نوائے سحر

نمودِ صبح سے شب کی وہ تیرگی تو گئی

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

سرزمین ہندوستان کی ہمیشہ سے یہ نمایاں خصوصیت اور اِس ملک کا امتیاز رہا ہے کہ یہاں مختلف ادیان و مذاہب کے ماننے والے موجود رہے ہیں، اسی طرح سے یہاں مختلف تہذیبیں ہمیشہ سے معاشرہ میں پروان چڑھتی رہی ہیں، اس سلسلہ میں سرزمین ہند کی ہمسری کوئی اور ملک نہیں کرسکتا۔لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ایک خاص ذہنیت ہمیشہ سے اس ملک پر اجارہ داری کا خواب دیکھتی رہی ہے، اور اس سرزمین پر صرف اپنی مذہبی تہذیب کو ہی پروان چڑھتا دیکھنا چاہتی ہے۔ سیاسی استحکام اور مصلحت خداوندی سے کئی صدیاں ایسی بھی گزری ہیں جب کہ زمام اقتدار مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی اور قریب ایک ہزار سال تک مسلمانوں نے اس ملک پر حکمرانی کی ہے۔تعمیر ملک ووطن کے بڑے بڑے کام بھی انجام دیئےلیکن منفی ذہنیت رکھنے والا وہ گروہ ہمیشہ سے مسلمانوں سے برگشتہ رہا ہے، اوراب بھی ہے۔اِس وقت زمامِ اقتدار ایک طرح سے انہیں منفی ذہنیت کے حامل افراد کے ہاتھوں میں پہنچ گئی اور وہ ہر طرح سے اپنی تہذیب اور اپنا اقتدار پورے ملک پر مسلط کرکے یہاں کی منفرد تاریخ اور تہذیب کو ختم کرنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ ہر طرح کی بازی گری اور سیاسی کھیل کھیل رہے ہیں۔آج پورے ملک میں جو کچھ ہورہا ہے اس کے پس منظر میں یہی منفی ذہنیت ہر طرح سے مکمل طور پر کارفرما ہے۔

آنے والے چند ماہ مسلمانانِ ہند کے لئے بہت اہم ہیں اس لئے کہ ماہ نومبر و دسمبر میں ملک کی چار ریاستوں مدھیہ پردیش، راجستھان، چھتیس گڑھ، اور تلنگانہ کے اسمبلیوں کے انتخابات ہونے والے ہیں اور برسر اقتدار فاسسٹ سیاسی جماعت کی تاریخ رہی ہے کہ جب جب مرکزی یا صوبائی انتخابات سر پر آتے ہیں تو خاص کر ہندو مسلم منافرت پھیلانے، اشتعال انگیز بیانات دینے اور ماحول کو کشیدہ بنانے میں اپنی ساری توانائی جھونک دیتی ہے۔کیونکہ موجودہ دور میں سیاست کی اساس ہی ہندو مسلم منافرت کو سمجھ لیا گیا ہے۔

گذشتہ نو سالوں میں برسرِ اقتدار پارٹی نے یہی کھیل کھیلا ہے، مہنگائی بے روزگاری کی مار جھیل

رہے عام لوگوں کو نفرت کا زہر پلا پلا کر اتنا زہریلا کر دیا گیا ہے کہ پورے ملک میں کہیں بھی ذرا سی بات کو لے ہندو مسلم کشیدگی شروع ہو جاتی ہے چونکہ حکومت کی تمام تر فلاحی و ترقیاتی اسکیمیں صرف بیانات اور اعلانات تک محدود ہیں، صرف سرمایہ داروں کو مضبوط تر کرنے اور ملک کے اکثر وسائل کو چند ہاتھوں کے سپرد کرنے کا کام تیزی سے ہو رہا ہے لیکن کمر توڑ مہنگائی پر نہ تو کوئی گفتگو ہوتی ہے نہ کوئی عمل ہوتا ہے۔

گذشتہ دنوں ۱۸/تا ۲۲/ستمبر کے خاص پارلیمنٹ اجلاس میں بھاجپا کے ممبر رمیش ودھوڑی کا بسپا کے دانش علی کو بھری پارلیمنٹ میں گندی گالی دینا، مذہبی شناخت کو نشانہ بنانا، آتنکی، اُگروادی کہتے ہوئے دھمکی دینا، ایسا سطحی رویہ ہے جس نے پورے ہندوستان کو شرمسار کر دیا ہے یہ پہلا واقعہ ہے جب بازار و سڑک کی مسلم نفرت، پارلیمنٹ کے اندر پہونچ گئی ہے، کھلے عام ہندو فسطائیت کے حامی ممبران مسلمانوں کے خلاف زہر اگل رہے ہیں۔

نفرت و تعصب کا سلسلہ اتنا دراز ہو گیا ہے کہ اندھ بھگت بھی آہستہ آہستہ اِس سحر سے اپنے کو الگ کرنے لگے ہیں دوسری جانب ٹی وی چینلوں کے زرخرید اینکرس رات دن ہندو مسلم کرنے میں اس قدر آگے بڑھ گئے ہیں کہ پڑھا لکھا سنجیدہ طبقہ بھی ان کی سطحی حرکتوں سے اُوب سا گیا تھا، ایسے میں اپوزیشن جماعتوں کو شدت سے احساس ہونے لگا اگر ہم اب بھی اپنے چھوٹے چھوٹے آپسی اختلافات کو نظر انداز کر کے ایک جٹ نہیں ہوئے تو ہندوستان اپنی جمہوری حیثیت کھودے گا، اس کا سیکولر آئین ختم کر کے آر ایس ایس اپنا منووادی آئین لاگو کر کے ہندوستان کو انارکی، بدامنی، نفرت اور فرقہ پرستی کی آگ میں جھونک دے گی، اس احساس کا نتیجہ ہے کہ ۱۹۷۴ء کے بعد یہ دوسرا موقع ہے جب ملک کی اٹھائیس پارٹیوں نے ''انڈیا'' نام سے اپنا مضبوط الائنس بنالیا ہے اور حیرت انگیز سرعت کے ساتھ اس گٹھ جوڑ کو عوامی حمایت بھی حاصل ہو رہی ہے جس نے برسرِ اقتدار پارٹی اور اس کی حمایتی جماعتوں کو مخمصہ اور اضطراب میں ڈال دیا ہے، حالانکہ اس الائنس میں اب تک مسلمانوں کے ملکی و ملی مسائل کو اٹھانے والی کسی جماعت یا تنظیم کو دعوت نہیں دی گئی ہے جو کہ افسوسناک بات ہے، اس سے مسلم ووٹ بکھرنے کے قوی امکانات ہیں۔

''انڈیا الائنس'' نے ادھر کئی اہم فیصلوں سے بھاجپا سرکار کی نیند اڑا رکھی، ابھی کچھ مخصوص ٹی وی چینلوں کے چودہ اینکروں کا بائیکاٹ، یہ اینکر ایسے تھے جن کا مشغلہ ہی یہ تھا رات دن ہندو مسلم کے نام پر ڈبیٹ کرتے رہیں، اس بائیکاٹ سے ملک کی ایک بڑی اکثریت بہت خوش ہے تو بر

سرِ اقتدار پارٹی تلملائی ہوئی ہے اور ٹی وی چینل سکتے کی حالت میں ہیں، اس لئے کہ ان کو اپنا یعنی آمدنی ختم ہوتی نظر آرہی ہے کیونکہ جب بحث کرنے کے لئے نفرت کے T.D.P. پر چارکوں کے سامنے دوسری پارٹیوں کے ترجمان نہیں ہوں گے تو کس سے لڑیں گے اور ٹی وی والوں کا شو کامیاب کیسے ہوگا، جب کہ سیاسی زندگی کا انحصار انہیں جیسے کاموں پر ہے کہ نفرت کی خلیج وسیع تر ہوتی رہے، ہندو خطرہ میں ہے کا احساس اکثریت کو ہم سے جوڑے رکھے۔

انہیں اسباب وحالات کے مدنظر میں نے ابتداء میں لکھا ہے کہ ''چند ماہ مسلمانان ہند کے لئے بہت اہم ہیں'' کیونکہ بہرصورت برسر اقتدار پارٹی ہر حال میں ایسا ماحول بنانے کی کوشش کرے گی جس سے مسلمانوں کے تئیں نفرت میں اضافہ ہو اور اس کا ووٹ بنک جڑا رہے۔

ابھی چند دن قبل تمل ناڈو کے وزیر اعلیٰ اسٹالن کے بیٹے اودھے ندھی اسٹالن نے سناتن دھرم پر بہت تلخ اور سخت تبصرہ کرکے ماحول کو گرما دیا ہے، اس نے سناتن کو مچھر، ڈینگو سے تشبیہ دے کر منووادیوں کو مشتعل کردیا، اودھے ندھی اسٹالن کا کہنا ہے کہ سناتن دھرم انسانوں کو ذات پات، نیچ اونچ، اعلیٰ اوارذل میں تقسیم کرتا ہے اس کو ختم ہونا چاہئے، یہی بات بھاجپا اور آر ایس ایس کے غضب کو دعوت دے بیٹھی، چونکہ اسمبلی الیکشن بھی قریب ہے اس لئے پردھان منتری جی نے سناتن کے ایشو کو زور وشور سے اٹھانے کی تاکید بھی کی ہے اور خود بھی بھوپال سے اس کی شروعات کرچکے ہیں۔لیکن بھاجپا کو شاید ہی سناتن کے مسئلے کو کامیاب بنانے میں مدد ملے، اس کی وجہ یہ ہے کہ بہت سارے تاریخ نویس بھی سناتن کی حقیقت بیان کرنے لگے ہیں اور جھگڑا چونکہ خالص ہندوؤں کے درمیان کا ہے لہٰذا اگر آر ایس ایس جو کہ خود سناتن کی پرچارک اور اس پر عمل پیرا منووادی تنظیم ہے وہ دلتوں، اوبی سی کو کسی بھی صورت میں برابری کا درجہ نہیں دے سکتی۔مشہور تاریخ نویس اشوک کمار پانڈے لکھتے ہیں:

> سناتن کا مطلب ہے غیر معین مدت سے جاری طریقہ، اپنے کو سناتن کہنے والوں نے ہی ذات پات اور برہمن، شودر کے نظریات کو بڑھاوا دیا جب کہ ویدوں میں سناتن کا نام نہیں ملتا، جب دیانند مہاراج نے ہندووں کو ویدوں کی تعلیمات کی طرف لوٹنے اور بھید بھاؤ کو ختم کرنے کی تحریک چلائی تو سناتنی لوگوں نے ان کی سخت مخالفت کی، اشوک کمار پانڈے لکھتے ہیں کہ جب مہاتما گاندھی نے چھوا چھوت کے خلاف تحریک شروع کی اور سب کو برابر ماننے کی بات کہی تو سناتنیوں نے گاندھی

جی کی مخالفت کی اوران کوقتل کروادیا۔(بی بی سی کو دیئے گئے ایک انٹرویو سے مخلص)

چنانچہ اگر برسر اقتدار پارٹی اس ایشو کو اپنا ایجنڈا بنانے پر زورصرف کرتی ہے تو ممکن ہے اپوزیشن انڈیا الائنس آدی واسیوں، دلتوں اور او بی سی طبقات کو سناتن کی حقیقت سے آگاہ کرنے اور ملک کی سالمیت اور ترقی کی راہ میں حائل برسر اقتدار پارٹی کو منووادی ثابت کرنے کی تحریک شروع کرے۔

اس لئے بہرصورت آنے والے چند ماہ میں ہر ممکن طور پر مسلمانوں کے خلاف کوئی ایسا ماحول تیار کیا جائے گا جس سے مسلمانوں کو مشتعل کیا جائے اور ان کے خلاف ہندو اکثریت میں نفرت کو بڑھاوا دیا جائے چنانچہ مسلمانوں کو بہت ہی تحمل اور برداشت کا ثبوت دینا ہے خاص کر مسلم قیادت کی ذمہ داری ہے کہ عام مسلمانوں میں حالات کے تحت شعور وآگہی اور صبر وتحمل کا ماحول بنانے میں تعاون کرے، عموماً ایسا ہوتا ہے کہ اپنی سیاسی اہمیت جتانے اور حیثیت منوانے کے جنون میں ان بحثوں میں پڑ کر مسلمانوں کا ایک طبقہ ملک دشمن عناصر کے مقصد کو پورا کرنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

مسلمانوں کو چاہیئے کہ وہ اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کرنے اور حالات کے تحت اپنے اعمال کو سدھارنے پر توجہ دیں، کسی بھی طرح کی سیاسی بحثوں میں پڑنے سے احتراز کریں، کسی ٹی وی چینل پر ڈبیٹ میں ہرگز شریک نہ ہوں۔

مگر ہماری ملت کا المیہ یہ ہے کہ کچھ نام نہاد مسلم اسکالرس کا پیشہ ہے کہ وہ ٹی وی چینل سے جڑے ہیں وہ چند ہزار روپیہ کیلئے جان بوجھ کر فتنہ پرور اینکروں، بھاجپا کے ترجمانوں اور آر ایس ایس کے کارندوں کی مرضی کے مطابق اپنی رسوائی برداشت کریں وہ بھی اسلام کو نشانہ بنا کر۔

اس کھیل میں شریک ہونے والے نام نہاد دینی معلومات سے عاری محض نمائشی مفکروں ودانشوروں کا مقاطعہ کرنا بھی ضروری ہے اگر ہم مسلمانوں نے ذرا سی سیاسی بالغ نظری، حالات حاضرہ کی سنگینی کو سمجھنے کا ثبوت دیا تو ملک جس تبدیلی کی طرف بڑھ رہا ہے جس انداز سے فرقہ پرست جماعت کی مقبولیت گھٹ رہی ہے تو ان شاء اللہ ہماری حکمت عملی سے امن وامان اور سکون وراحت کا ایک دور پھر سے شروع ہوگا۔

نمود صبح سے شب کی وہ تیرگی تو گئی
یہ اور بات کہ سورج میں روشنی کم ہے

درسِ قرآن

دوسروں کی وجہ سے بھی رزق ملتا ہے

مولانا محمد ساجد حسن

استاذ حدیث وتفسیر مظاہر علوم سہارنپور

إِنَّا بَلَوْنَاهُمْ كَمَا بَلَوْنَا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ إِذْ أَقْسَمُوا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِينَ ○ وَلَا يَسْتَثْنُونَ ○ فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِنْ رَبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ ○ فَأَصْبَحَتْ كَالصَّرِيمِ ○ فَتَنَادَوْا مُصْبِحِينَ ○ أَنِ اغْدُوا عَلَىٰ حَرْثِكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَارِمِينَ ○ ۔(آیات ۱۷ تا ۲۲، سورۃ القلم)

ہم نے ان کی آزمائش کی جیسا کہ ہم نے باغ والوں کی آزمائش کی تھی، جب سب نے قسم کھائی کہ صبح صبح اس کا پھل ضرور توڑلیں گے اور انہوں نے انشاء اللہ بھی نہیں کہا۔ پھر اس باغ پر ایک پھرنے والا (عذاب) آپ کے رب کے حکم سے پھر گیا، اور وہ سوتے رہے، اور بوقت صبح باغ ایسا لگ رہا تھا جیسا کہ کٹا ہوا کھیت (خالی اور جلا ہوا)۔ پھر وہ صبح کے وقت ایک دوسرے کو پکارنے لگے کہ ”اپنے کھیت پر سویرے چلو، اگر تم کو پھل توڑنا ہے“۔

واقعہ کی تفصیل:

ان آیات میں مالدار بھائیوں کو اللہ کی نعمت کا شکریہ ادا کرنے کے لئے زمانۂ گذشتہ کے ایک مالدار آدمی کا قصہ عبرت کے لئے بیان کیا گیا ہے۔

بقول حضرت سعید بن جبیرؒ یہ واقعہ صنعاء سے چھ میل کے فاصلہ پر واقع یمن کی ایک بستی صروان میں پیش آیا، جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تھوڑے زمانہ کے بعد اہل کتاب میں ایک آدمی بہت مالدار، زمین وجائداد کا مالک تھا، مگر اس کے ساتھ ساتھ کریم النفس، سخی اور خداترس بھی تھا، اپنے باغ، کھیت کی آمدنی میں سے غرباء، یتامیٰ، مساکین، بیوگان کے وظیفے بھی مقرر کر رکھے تھے، اور کثیر مقدار میں فقراء پر خرچ کرتا تھا۔

اس کا جب انتقال ہوا، تو چند لڑکے وارث چھوڑے، جو آپس میں کہنے لگے ”ہمارا باپ تو بڑا ہی بے وقوف تھا، جو اتنی کثرت سے مال لٹاتا تھا۔ اور ہم تو عیالدار ہیں، اخراجات ومصارف ہی پورے نہیں

ہوتے، اور ہم اتنے پاگل بھی نہیں کہ اپنی محنت وخون پسینے کی کمائی یوں ضائع کردیں، اور غریبوں کو دیدیں، محنت ہم کریں اور کھاجائیں یہ لوگ، اب ایسا بالکل نہیں ہوگا ”وَاللہِ اِنَّ الْمَالَ لَقَلِیْلٌ وَاِنَّ الْعِیَالَ کَثِیْرٌ وَاِنَّمَا کَانَ ھٰذَا الْاَمْرُ یُفْعَلُ اِذَا کَانَ الْمَالُ کَثِیْرًا وَالْعِیَالُ قَلِیْلًا“۔(مظہری ۱۰؍۳۶)

اب باغ میں پھل آیا اور پک گیا، پھل توڑنے کا وقت آپہونچا تو بھائیوں میں صلاح ٹھہری کہ پھل توڑنے اندھیرے منہ اور اتنے صبح چلو کہ فقراء وغرباء کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ کیونکہ خبر ہوجاتی ہے تو وہ باغ میں پہونچ جاتے ہیں اور بادل نخواستہ بھی ان کو دینا پڑے گا، ان میں سے ایک نے فہمائش کی، سمجھایا بھی کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے سے رحمتوں وبرکتوں کا نزول ہوتا ہے اور غرباء کی دست گیری سے مزید الطاف وعنایات ربانی سے سرفراز کیا جاتا ہے، مگر اس کی ایک نہ سنی۔

مشورہ کے مطابق علی الصباح چھپتے چھپاتے، فقراء وغرباء کی نظروں سے بچتے بچاتے جب باغ پر پہنچے، تو معاملہ دگرگوں پایا، جلا ہوا دیکھا، اور سمجھے یہ ہمارا باغ ہی نہیں ہے۔ کیونکہ ہمارا باغ تو سرسبز وشاداب پھلوں سے لدا ہے، مگر علامات اور آثار وقرائن سے پہچان پائے کہ باغ ہمارا ہی ہے۔ مگر شاید ہماری بدنیتی کی وجہ سے اس پر آفت نازل ہوئی اور باغ سارا جل گیا، اب بات سمجھ آئی کہ سب ہماری نیتوں کا فتور ہے۔ حسرت ویاس سے کفِ افسوس ملتے اور کہتے جاتے:

یہ سب نتیجہ ہے مساکین ویتامی کو ان کے حق سے محروم کردینے کا؟

دوسروں کی وجہ سے بھی رزق ملتا ہے:

عام طور پر آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اسے جو رزق وروزی ملتی ہے وہ اس کی محنت اور کمانے کی وجہ سے ملتی ہے، یہ مغالطہ ہے کیونکہ اگر صرف کمانے اور محنت کرنے کی وجہ سے روزی ملتی تو سب سے زیادہ اس کو ملتی جو سب سے زیادہ محنت کرتا ہے مثلاً گارا مٹی کرنے والا مزدور یا تعمیرات کرنے والا راج مستری۔ صحیح یہ ہے کہ بسا اوقات آدمی کو روزی مساکین غرباء کو دینے کی وجہ سے ملتی ہے جیسے نیچے لکھے ہوئے واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ تم یہ کیوں سمجھتے ہو کہ تمہاری محنت کی بدولت تم کو روزی ملتی ہے یہ کیوں نہیں سمجھتے کہ تم اپنے بھائی کو جو کچھ دے رہے ہو اس کی وجہ سے روزی مل رہی ہے۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو بھائی تھے جن میں سے ایک تو

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا، کیونکہ اس کے اہل وعیال نہیں تھے، اور وہ حصول معاش کی ذمہ داریوں سے بے فکر ہوکر طاعت وعبادت اور دینی خدمات میں مشغول رہا کرتا تھا، اس وجہ سے اس کے اوقات کا اکثر حصہ بارگاہ رسالت میں حاضر باشی کے ذریعہ حصول علم ومعرفت میں صرف ہوتا تھا، اور دوسرا بھائی کوئی کام کرتا تھا (یعنی حصول معاش کے لئے کسی ہنر وپیشہ کے ذریعہ کماتا تھا اور دونوں بھائی ایک ساتھ کھاتے پیتے تھے) چنانچہ کمانے والے بھائی نے اپنے دوسرے بھائی کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی (کہ میرا بھائی نہ تو میرے کام کاج میں ہاتھ بٹاتا ہے اور نہ خود الگ سے کوئی کام کرکے کماتا ہے، اور اس طرح اس کے کھانے پینے کا خرچ مجھے ہی برداشت کرنا پڑتا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کی یہ شکایت سن کر) فرمایا: یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ تمہیں اسی کی برکت سے رزق دیا جاتا ہو۔

وَعَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ أَخَوَانِ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَحَدُهُمَا يَأْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْآخَرُ يَحْتَرِفُ فَشَكَى الْمُحْتَرِفُ أَخَاهُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: لَعَلَّكَ تُرْزَقُ بِهِ۔ (رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ رقم ۵۳۰۸:)

تشریح وتوضیح:

قرآن کریم نے اس مثالی واقعہ کو موعظت وعبرت کے اسلوب میں بیان فرمایا ہے۔ اور کفار مکہ اور ان کے سردار ولید بن مغیرہ کو تذکیری خطاب فرمایا ہے۔ وہی ولید بن مغیرہ؛ خدا نے جس کو ظاہری و مادی نعمتوں، مال و دولت کی فراوانی، عددی کثرت، قریب بارہ عدد، زور آور، صائب الرائے بیٹے بھی عطا فرمائے تھے، اور ان مادی ترقیات کے ساتھ ساتھ، روحانی نعمتوں کو بھی کامل ومکمل کردیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر۔ اور دوسری بیش بہا نعمتیں قرآن کریم کی شکل میں عنایت فرمائی تھیں، مگر حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی سے گریز کرتے ہوئے، عددی کثرت، مال وزر کی بہتات، اور جھوٹی شان وشوکت پر اتراتا تھا، اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ومسلمانوں کی تحقیر میں کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا، اس ولید بروزن پلید اور دیگر قریشی سرداروں کو خطاب ہے: کہ جس طرح باغ والے کُفرانِ نعمت وناشکری کی وجہ سے تہی دامن ومحروم القسمت بنے اگر تم نے بھی اس روحانی نعمت (قرآن وصاحب قرآن) کی

قدر نہ کی، تو ابدی ذلت وخسران تمہارا بھی مقدر ہوگا۔

پیغام:

دنیاوی ساز وسامان، مال واسباب پر غرور نہیں کرنا چاہئے یہ سب ابتلا وآزمائش کے لیے ہیں کہ بندہ شکر کرتا ہے یا ناشکری، اور شکر قولی بھی ہوتا ہے، زبان سے اظہار نعمت کرنا، اور شکر فعلی وعملی بھی ہوتا ہے، یعنی نعمت سے متعلق حقوق کی ادائیگی، نعمت خواہ مال وزر، زمین وجائداد کی شکل میں ہو یا عہدہ ومناصب کی شکل میں ہر ایک سے اللہ کا اور بندہ کا حق وابستہ ہے، معلوم کرے حقوق اللہ وحقوق العباد کی ادائیگی کا خیال کرنا چاہئے۔ اور جو مالدار ہیں، کارخانے اور فیکٹری کے مالک ہیں، ان کو چاہیے کہ وہ اپنی حلال کمائی میں غریبوں، یتیموں، مسکینوں، مسجدوں ومدرسوں کا حق بھی یادرکھیں، بلکہ یہی سمجھیں کہ دینی کام کرنے والے علماء ائمہ، مدارس ومکاتب کی وجہ سے ہی ہمیں روزی مل رہی ہے، اس لئے ہمیں ان کی دستگیری و مدد کرنی چاہئے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔

سلام کی برکت کی خاطر

امام مالک نے ابی بن کعب کے صاحبزادے طفیل کا یہ بیان نقل کیا ہے کہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتا تھا، ان کا طریقہ تھا کہ وہ ہمیں ساتھ لے کر بازار جاتے، اور جس دوکاندار اور جس کباڑیئے اور جس فقیر ومسکین کے پاس سے گزرتے اس کو بس سلام کرتے (اور کچھ خرید وفروخت کے بغیر واپس آجاتے) ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو معمول کے مطابق مجھے ساتھ لے کر بازار جانے لگے، میں سے عرض کیا: کہ آپ بازار جا کر کیا کریں گے؟ نہ تو آپ کسی دوکان پر کھڑے ہوتے ہیں نہ کسی چیز کا سودا کرتے ہیں۔ نہ بھاؤ کی بات کرتے ہیں۔ اور بازار کی مجلسوں میں بھی نہیں بیٹھتے (پھر آپ بازار کس لیے جائیں؟) یہیں بیٹھئے، باتیں ہوں، اور ہم استفادہ کریں! حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ ہم تو صرف اس غرض اور اس نیت سے بازار جاتے ہیں کہ جو سامنے پڑے اس کو سلام کریں اور ہر سلام پر کم از کم دس نیکیاں کما کر اللہ کی رحمتیں اور بندگان خدا کے جوابی سلاموں کی برکتیں حاصل کریں۔ (رواہ موطا ۳۸۰)

انوارِ حدیث

پڑوسی کو اذیت پہنچانے کی ممانعت

مولانا محمد خالد سعید مبارکپوری
استاذ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یؤذ جارہ (بخاری ۲/۸۸۹، مسلم ۱/۵۰)

جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ پہنچائے۔

پڑوسی کو اذیت اور تکلیف پہنچانا حرام ہے، یوں تو کسی کو بھی ناحق اذیت دینا حرام اور ممنوع ہے لیکن پڑوسی کے حق میں اس کی حرمت وممانعت اور بھی بڑھ جاتی ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے: عن عبداللہ قال: سألت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أیّ الذنب أعظم عند اللہ؟ قال: أن تجعل للہ نداً وھو خلقک، قال: قلت: ثم أيّ؟ قال: ثم أن تقتل ولدک مخافة أن یطعم معک، قال: قلت: ثم أيّ قال: أن تزاني حلیلة جارک۔ (رواہ البخاری ۲/۶۴۳ و مسلم ۱/۶۳)

عن أبي شریح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، واللہ لا یؤمن، قیل: ومن یارسول اللہ؟ قال: من لا یأمن جارہ بوائقه (رواہ البخاری ۲/۸۸۹)

حضرت ابوشریح رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں ہے، عرض کیا گیا: کون اے اللہ کے رسول؟ فرمایا: جس کا پڑوسی اس کے شرور سے محفوظ و مامون نہ ہو۔

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ پڑوسی کا حق کتنا عظیم ہے اور اس کو اذیت اور تکلیف پہنچانا کس قدر سخت بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ وہ شخص ایمان والا نہیں ہوسکتا جس کی شرارتوں سے، جس کے فتنوں اور آفتوں سے، جس کی مکاریوں اور دھوکہ بازیوں سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''إن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: لا یدخل

الجنة من لا يأمن جاره بوائقه" (رواہ مسلم ۱/۵۰) بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص جنت میں نہیں داخل ہوگا جس کے پڑوسی اس کے شراور فتنے سے محفوظ نہ ہوں۔

غور فرمائیے کہ اس حدیث میں پڑوسی کو اذیت پہنچانے پر کیسی سخت وعید مذکور ہے اگرچہ علماء نے اس طرح کی حدیثوں کی تاویل کی ہے اس کے باوجود اس کا گناہ عظیم ہونا ظاہر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے "**عن أبي هريرة قال: قال رجل: يارسول الله إن فلانة يذكر من كثرة صلاتها وصيامها وصدقتها غير أنها تؤذي جيرانها بلسانها، قال: هي في النار، قال يارسول الله فإن فلانة يذكر من قلة صيامها وصدقتها وصلاتها وإنها تصدق بالأثوار من الأقط ولا تؤذي جيرانها بلسانها قال: هي في الجنة**۔ (مسند أحمد ۲/۴۴۰ مستدرک حاکم ۴/۱۶۶)

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول بے شک فلاں عورت کی نماز، روزے اور صدقے کی کثرت کا چرچا ہے مگر وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے اذیت پہنچاتی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنم میں ہے، پھر اس شخص نے عرض کیا کہ فلاں عورت کے (نفلی) روزے، صدقے اور نماز کی قلت کو ذکر کیا جاتا ہے اور وہ پنیر کے ٹکڑے صدقہ کردیا کرتی ہے اور وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے اذیت نہیں پہنچاتی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جنت میں ہے۔

ملاحظہ فرمائیے کہ ایک عورت نفلی نماز، روزہ اور صدقہ خیرات اس کثرت سے کرتی ہے کہ یہ بات مشہور ہوجاتی ہے کہ فلاں عورت بڑی نمازی ہے، بہت روزہ رکھنے والی ہے، کثرت سے صدقہ خیرات کرنے والی ہے، البتہ اس میں صرف ایک کمی ہے کہ اس کی زبان سے اس کے پڑوسی محفوظ نہیں، وہ ان کو اذیت اور تکلیف پہنچاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام خوبیوں کے باوجود اس کی اس کمی کی وجہ سے فرمایا کہ وہ عورت جہنمی ہے۔

اور دوسری عورت کا حال یہ ہے کہ وہ فرض نماز پڑھ لیتی ہے، فرض روزے رکھ لیتی ہے معمولی صدقہ جو میسر ہوتا ہے کردیتی ہے، وہ نفلی نماز، روزے وغیرہ زیادہ نہیں ادا کرپاتی، البتہ اس کے اندر ایک خوبی یہ ہے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو اذیت اور تکلیف نہیں پہنچاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفلی عبادات کی قلت کے باوجود اس کی اس خوبی کی بنا پر فرمایا کہ وہ جنتی ہے۔

ایک اور حدیث میں پڑوسی کو اذیت پہنچانے والے کو ملعون قرار دیا گیا ہے، ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اپنے پڑوسی کی شکایت کی کہ اے اللہ کے رسول میرا پڑوسی مجھے اذیت پہنچاتا ہے، دو یا تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ: جاؤ صبر کرو، پھر وہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اپنا سامان نکال کر راستے پر رکھ دو، اس نے جا کر ایسا ہی کیا، اب کیا تھا جو وہاں سے گذرتا اس سے پوچھتا کہ کیا بات ہے؟ وہ بتلاتا کہ میرا پڑوسی مجھے اذیت پہنچاتا تھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ نے یہ حکم فرمایا ہے، یہ سن کر لوگ اس ایذاء دینے والے شخص کو برا بھلا کہنے لگے اور بددعا دینے لگے "**اللھم العنه، اللھم أخزه**" اے اللہ اس پر لعنت فرما، اے اللہ اس کو رسوا فرما، جب یہ باتیں اس شخص کو معلوم ہوئیں تو وہ اپنے پڑوسی کے پاس آ کر کہنے لگا کہ واپس چلو، بخدا اب میں تمہیں کبھی کوئی اذیت نہیں پہنچاؤں گا، اور ایک روایت میں ہے کہ جب لوگوں نے اس شخص کو لعنت ملامت شروع کی تو اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر بتایا کہ لوگ مجھ پر لعنت کر رہے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں کے لعنت کرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تم پر لعنت کر رکھی ہے، تو اس نے عرض کیا کہ اب آئندہ میں ایسا کبھی نہیں کروں گا۔ (مستدرک حاکم ۴/۱۶۵-۱۶۶، ابوداؤد ۲/۷۰۱)

کس قدر عبرت کا مقام ہے کہ آج ہم مسلمان نماز، روزہ وغیرہ کی تھوڑی بہت پابندی کر کے اپنے آپ کو انتہائی دین دار اور پارسا سمجھنے لگتے ہیں اور ہماری اس طرف توجہ ہی نہیں ہوتی کہ پڑوسیوں کے کتنے حقوق ہم سے پامال ہو رہے ہیں اور ہم اور ہمارے گھر کے افراد اپنے قول وفعل سے پڑوسیوں کو اذیت پہنچا کر جہنم کا کیسا سامان تیار کر رہے ہیں، جبکہ مومن کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ اس کے ہر شر سے اس کے پڑوسی مامون ومحفوظ ہوں۔

خریدار حضرات سے

خریدار حضرات کے پتوں کی سلپ پر مدت خریداری کی اطلاع درج ہے۔
اگر مدتِ خریداری ختم ہوگئی ہو تو زر تعاون/300 روپئے سالانہ کے حساب سے
آج ہی ارسال فرمائیں۔ خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں (ادارہ)

اسلامی تعلیمات

عورتوں کے لیے پردہ کیوں ضروری ہے؟

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیبؒ

حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحبؒ نے فرمایا کہ علی گڑھ یونیورسٹی میں میری تقریر تھی، جب میں اسٹیج پر پہنچا تو بہت سی عورتیں ہمارے سامنے بلا پردہ کے بیٹھی ہوئی تھیں! میں پیچھے ہٹنے لگا، انہوں نے کہا کہ آئیے، میں نے کہا کہ پہلے پردہ ڈالو، پھر آؤں گا! خیر پردہ لٹکا دیا گیا تو میں گیا!

جب میں تقریر کرنے کے لیے بیٹھا تو عورتوں نے کہا کہ اگر ہم درمیانِ تقریر سوال کریں تو کیا جواب دیا جائے گا؟

میں نے کہا کہ درمیانِ تقریر اجازت نہیں ہے، البتہ جو سوالات ذہن میں آئیں اُن کو لکھ لو، تقریر کے بعد جواب دیا جائے گا!

چناں چہ تقریر کے بعد پچاس سے ساٹھ سوالات آئے، اُن میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ عورتوں کو بلا وجہ گھروں میں مقید کیا گیا ہے اور ان کے لیے حکم یہ ہے کہ ہر وقت منھ چھپائے رکھیں! اس سے ایک نقصان تو یہ ہے کہ: **الإنسان حریص فیما منع** یعنی انسان کو جس چیز سے روکا جاتا ہے وہ اُس کا حریص ہو جاتا ہے!!

اور دوسرا نقصان یہ ہے کہ اس پردے کی وجہ سے عورتیں گھروں میں گھونٹتی ہیں، باہر کی ہواؤں سے بھی محروم ہوگئیں اور ان کی صحت بھی خراب ہوگئی!!

اور تیسری خرابی یہ ہے کہ اس پردہ کی وجہ سے عورتیں تعلیم سے بھی محروم ہوگئیں! گھروں میں رہ کر تو مکمل تعلیم نہیں ہو سکتی، لہٰذا اُن کو کھلے بندوں چھوڑ دینا چاہیے، تا کہ اُن کی حرص ختم ہو اور تازہ ہواؤں سے فائدہ اٹھائیں اور آزادی سے تعلیم حاصل کریں!!

میں نے اُن سے کہا کہ پہلے الزامی جواب سن لو، پھر تحقیقی جواب دوں گا!!!

الزامی جواب

الزامی جواب یہ ہے کہ دنیا میں دو ہی چیزیں عام طور پر چھپانے کی رکھی گئی ہیں!! ایک دولت،

دوسری عورت! اگر دولت کے چھپانے سے چوروں کی حرص بڑھتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ آپ لوگ دولت کو بینکوں سے نکال کر سڑکوں پر ڈال دیں، تا کہ چوروں کی حرص ختم ہو جائے اور اُن کے دلوں میں خوب سیری ہو جائے! اس طرح کرنے سے اگر آپ کی دولت محفوظ رہی تو میں فتویٰ دوں گا کہ عورتیں بھی کھلے بندوں آ جائیں! اور اگر دولت رات ہی رات صاف ہو گئی تو میں عورتوں کو وہی حکم دوں گا جو دولت کے چھپانے کے بارے میں دیتا ہوں!!

میں نے کہا کہ چوروں کا خطرہ تو الگ ہے، مگر دولت فی نفسہ ایسی چیز نہیں ہے جو منظرِ عام پر لائی جائے اور سڑکوں پر پھیلا دی جائے اور یہ جتلایا جائے کہ میں لکھ پتی یا کروڑ پتی ہوں، بلکہ وہ چھپانے کی چیز ہے، اسی لیے اس کو چھپایا جاتا ہے!!

اسی طرح عورت ہے اس کی حرمت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ مردوں سے الگ ہو کر پردے میں رہے! جنت تو دار المتقین ہے، وہاں پر معصیت کا کوئی خطرہ نہیں ہے، مگر پھر بھی مرد و عورت کا اختلاط نہیں ہوگا، اسی لیے دعوت خصوصی میں صرف مرد ہی حضرات بلائے جائیں گے!!

تو یہ خصوصیت خطرۂ معصیت کی وجہ سے نہیں ہوگی، بلکہ عورت کی حرمت کا تقاضا یہی ہے کہ اس کو مردوں سے الگ رکھا جائے، مگر شریعت نے ان کی دل شکنی نہیں کی اور کلیۃً اُن کو الگ نہیں رکھا، بلکہ صرف غیر محرم سے الگ رکھا ہے، اسی طرح جنت میں بھی ان کی دل شکنی نہیں ہوگی، کیوں کہ اس دعوت خصوصی میں جو سب سے اہم دولت ملنے والی ہوگی وہ دیدار خداوندی ہوگی! حدیث شریف میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کی زیارت سے لوگوں کے چہرے منور ہو جائیں گے اور حُسن و جمال میں ہزاروں گنا اضافہ ہوگا! جب مرد حضرات دیدار کر کے اپنی اپنی جنتوں میں واپس آئیں گے تو اُن کی عورتیں کہیں گی کہ آج تو تمہارے حسن و جمال میں ہزاروں گنا اضافہ ہوا ہے!! اس کی وجہ کیا ہے؟

وہ کہیں گے کہ آج ہم حق تعالیٰ کی زیارت کر کے آئے ہیں!

تو حق تعالیٰ مردوں کو بُلا کر زیارت کرائیں گے اور عورتوں کے پاس خود آ کر اُن کو زیارت کرائیں گے یعنی تجلیات الٰہی وہاں پر پہنچیں گی!!

تو عورتوں کے دل میں جو وسوسہ پیدا ہوتا کہ حق تعالیٰ نے تو مردوں کو بلا کر زیارت کرا دی مگر ہم

زیارت سے محروم ہیں؟ تو حق تعالیٰ اس وسوسے کو دُور کرنے کے لیے جنت میں خود آ کر کر عورتوں کو زیارت کرائیں گے!! لہٰذا جب دونوں کا مقصد حل ہوگا تو کوئی اشکال نہیں!!

مگر عدمِ اختلاط کی بنا معصیت کا خطرہ نہیں ہے، بلکہ اس کی فطرت کو باقی رکھنے کے لیے حق تعالیٰ نے اُن کو مردوں سے الگ رکھا ہے! چوں کہ عورت کی فطرت میں حیا ہے، اس لیے وہ مردوں سے طبعی طور پر منھ چھپاتی ہیں!! اور یہ واقعہ ہے کہ اگر عورت میں خود فحش نہ ہو تو مردوں کی مجال نہیں کہ اُن پر ہاتھ ڈال دیں! جب کوئی مرد کسی عورت کے اندر لوچ دیکھتا ہے تب ہی اس کی طرف مائل ہوتا ہے!! بہر حال جنت میں پردے کی ضرورت ہی نہیں پڑے گی، کیوں کہ جس طرح مردوں کے مجامع ہوں گے، اسی طرح عورتوں کے مجامع بھی مردوں سے الگ ہوں گے، اختلاط کی شکل نہ ہوگی!!

تحقیقی جواب

ان کے سوال کا تحقیقی جواب ہم نے یہ دیا کہ تم لوگ یہ کہتی ہو کہ عورتوں کو گھونٹ دیا گیا، وہ تعلیم سے محروم ہو گئیں! اور تازہ ہواؤں سے بھی محروم ہو گئیں! اور اُن کی صحت خراب ہو گئی! اور تم نے جو یہ کہا کہ :الإنسان حريص فيما منع یہ اُس وقت ہے جب کہ کلیۃً عورتوں کے مردوں سے ملنے کو روک دیا جائے، حالاں کہ کلی طور پر نہیں روکا گیا ہے! بلکہ اسلام نے یہ حکم دیا کہ نکاح کے ذریعہ سامنے آؤ اور ملو! بغیر نکاح کے نہ ملو! تو اسلام نے بذریعہ نکاح ملنے کا راستہ کھول دیا! اور ایک راستہ بغیر نکاح کے بند کر دیا گیا!

پھر اُدھر ''محرمات ابدیہ'' یعنی وہ رشتہ دار جن کا آپس میں کبھی نکاح نہیں ہو سکتا، سے بھی پردہ کا حکم نہیں دیا گیا! البتہ ''محلّلات'' (وہ مرد و عورتیں جن کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔) تو ایک نوع کے ملنے اور اُن کے سامنے آنے کی اجازت دے دی گئی اور ایک نوع کے ملنے اور سامنے آنے سے روک دیا لہٰذا جب اس کا بدل سامنے رکھ دیا تو اب حرص کا کوئی سوال ہی نہیں! اگر کلی طور پر مردوں سے ملنے اور سامنے آنے سے روکا جاتا تو حرص ترقی کر سکتی تھی، مگر اسلام نے حرص کا دروازہ ہی بند کر دیا! جتنے مرد ہیں تقریباً اتنی ہی عورتیں بھی ہیں اور مان لیجیے کہ عورتیں زائد بھی ہوں تو چار عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دے دی گئی، لہٰذا اس کی ضرورت ہی نہیں رہے گی کہ وہ مردوں سے کلی طور پر الگ تھلک رہیں!!

رہا یہ سوال کہ پردے میں رہنے سے صحت خراب ہو جاتی ہے! تو گھر (بھی) ایک پنجرہ ہے، رات کو تو اسی

میں ہم بھی رہتے ہیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ آدھی زندگی اس پنجرے میں گزرتی ہے اور آدھی زندگی باہر گزرتی ہے! مرد آٹھ بجے کام پر جاتا ہے اور چار بجے واپس آجاتا ہے تو آدھی زندگی میں بھی کٹوتی ہوگئی تو مردوں کی عمر کا زیادہ حصہ گھر ہی کے پنجرے میں گزرتا ہے اور تھوڑا حصہ باہر گزرتا ہے! تو گھر میں رہنے سے اگر صحت خراب ہوجایا کرتی تو پھر مردوں کی بھی صحت خراب ہونی چاہیے!؟ لہٰذا یہ سوال ہی غلط ہے کہ پردے میں رہنے سے صحت خراب ہوجاتی ہے!!

عورتوں سے سوال

پھر میں نے ان سے خود سوال کیا کہ تمہارے نزدیک عورتوں کی صحت کب سے خراب ہوگئی ہے؟ انہوں نے کہا کہ پچاس ساٹھ سال سے عورتیں بہت کمزور ہوگئی ہیں! میں نے کہا پچاس ساٹھ سال پہلے پردہ کی شدت تھی، اب تو خفت ہوگئی ہے تو معلوم ہوا کہ پردہ ہی ذریعہ تھا ان کی صحت کا! اصول تو یہ ہونا چاہیے کہ اُس زمانے میں عورتوں کی صحت خراب ہونی چاہیے تھی، اُس زمانے میں پردہ کی شدت تھی اور اس زمانے کی عورتوں کی صحت اچھی ہونی چاہیے، کیوں کہ اب پردے کی خفت ہوگئی ہے، مگر اب تو اُلٹا ہی نتیجہ نکل رہا ہے! اور معلوم ہو رہا ہے کہ پردہ ہی ذریعہ ہے صحت کا اور بے پردگی ذریعہ ہے صحت کی خرابی کا!!!

بیماری کی وجہ؟

میں نے کہا کہ بیمار رہنے کی وجہ پردہ نہیں ہے، بلکہ تمدن کی خرابی ہے! غذائیں بھی خراب اور دوائیں بھی خراب! اور ماحول بھی خراب! ہر وقت چیزوں کو کھانا یہی صحت کی خرابی کی بنا ہے، ورنہ منھ چھپانے سے اگر صحت خراب ہوا کرتی تو سردی کے زمانے میں ہر مرد بیمار ہوا کرتا، کیوں کہ لحاف کے اندر سب ہی منھ چھپائے رہتے ہیں، مگر منھ چھپانے سے بیمار نہیں ہوتے تو معلوم ہوا کہ منھ چھپانا صحت کی خرابی کی وجہ نہیں ہے!!!

پردہ اور تعلیم

رہا تیسرا سوال کہ تعلیم میں کمی ہوگی اور تعلیم کی کمی کا سبب پردہ ہے! تو میں نے کہا کہ پرانے زمانے کی عورتیں جو پردہ نشیں تھیں اگر اُن کے حالاتِ زندگی کا مطالعہ کرو تو اُن میں تعلیم بھی زیادہ معلوم ہوگی! کیوں کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کی عورتوں میں محدثات بھی تھیں اور فقیہات بھی تھیں، متکلمہ اور صوفیہ بھی تھیں، اُن کے متعلق بڑی بڑی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، آج کل کی عورتوں میں وہ چیزیں نہیں ہیں جو اُن میں تھیں! تو کیا وہ عورتیں بے پردگی میں یہ تعلیم و تربیت پاتی تھیں؟! ہر گز نہیں، بلکہ وہ پردہ ہی میں رہ کر یہ تعلیم و تربیت پاتی تھیں!!

غیر ضروری تعلیم

رہی خاص تعلیم جو بغیر اسکول جائے ہوئے حاصل نہیں ہوتی! میں کہتا ہوں کہ اس خاص تعلیم کی ضرورت ہی کیا ہے؟ عورتوں کا یہ کام ہی نہیں ہے کہ وہ دفتروں میں جاکر کلرک بنیں یا ریلوے میں جاکر ٹکٹ ماسٹر یا گارڈ بنیں یا فوجوں میں جاکر چیف کمانڈر بنیں! یہ عورتوں کے فرائض نہیں ہیں، لہٰذا اس کی تعلیم دینا بھی غیر ضروری ہے! اور غیر ضروری چیز کی وجہ سے ضروری چیز کو ختم کر دینا یہ کون سی عقل مندی ہے!!

ضروری تعلیم

اور جو ضروری تعلیم ہے یعنی گھریلو تعلیم، مثلاً مسائل کی تعلیم اور قرآن شریف کی تعلیم، اس کے لیے بے پردگی ضروری نہیں ہے، بلکہ یہ تو گھروں میں رہ کر بھی حاصل ہو جاتی ہے! اسی واسطے ازواجِ مطہرات کے بارے میں قرآن شریف میں فرمایا گیا: وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَى فِي بُيُوتِكُنَّ (سورۃ الاحزاب ۳۴) یاد کرو تم ان حکمتوں کو گھروں میں، تم کو نبوت کی تعلیم دی جاتی ہے!

اس سے معلوم ہوا کہ جو تعلیم مقصود ہے وہ گھروں میں رہ کر بھی حاصل ہو سکتی ہے!! اور جو تعلیم گھروں سے نکل کر باہر حاصل ہو وہ ضروری نہیں ہے! تو غیر ضروری کی وجہ سے ضروری کیسے ترک کریں گے؟؟

مطلب یہ ہے کہ پردہ کا ہونا اور مردوں سے اختلاط نہ ہونا اس کی بنا معصیت نہیں ہے بلکہ عورت کی حرمت کا یہی تقاضا ہے کہ وہ مردوں سے الگ رہے!!

بعض چیزیں ایسی بھی ہوتی ہے کہ آپ مردوں کو بھی وہاں جانے سے روکتے ہیں، مثلاً وہاں کا ماحول اچھا نہیں، سوسائٹی خراب ہے، اس لیے وہاں پر مت جاؤ! اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس اختلاط کو معصیت ہی کی وجہ سے روکا جاتا ہے، بلکہ ہر دائرے کا ایک طبعی تقاضا ہوتا ہے، اس کی وجہ سے روکتے ہیں کہ تمہارے موضوع کا وہ کام نہیں ہے، بلکہ جو کام تمہارے موضوع کا ہے اس میں لگو! اسی طرح عورت کا بھی ایک تقاضا ہے کہ وہ مردوں سے الگ رہے، اسی طبعی فرق کی وجہ سے آزادی کے نام پر فحاشی اور بے حیائی کی قیادت کرنے والا امریکا اور یورپ اپنے ممالک میں پبلک مقامات پر عورتوں اور مردوں کے بیت الخلاء الگ الگ بناتے ہیں اور وہاں کی بے لگام عورتیں اس کو پسند بھی کرتی ہیں!! اور یہ ممالک دستی گھڑیاں، پرس، چشمے، جوتے اور دیگر دسیوں چیزیں عورتوں اور مردوں کی الگ الگ بناتے ہیں!!

حق تعالیٰ سبحانہ نے زندگی کے دو حصے کر دیے ہیں: ایک گھریلو زندگی اور ایک باہر کی زندگی تو باہر کی زندگی کا ذمہ دار مردوں کو بنایا ہے اور گھریلو زندگی کا عورتوں کو ذمہ دار قرار دیا ہے!!

تو مرد کا یہ کام نہیں ہے کہ گھر میں بیٹھ کر کھانا پکائے اور بچوں کو دودھ پلائے اور اُن کی پرورش کرے، یہ تو عورتوں کا کام ہے!

اور مرد کا کام یہ ہے کہ باہر جائے اور کمائے اور ذریعہ معاش پیدا کرے اور عورتوں اور بچوں کے نان ونفقہ کا انتظام کرے!

اگر عورتوں کو باہر کی زندگی میں لگاؤ ہو تو گھریلو زندگی کا کیا حال ہوگا؟ اسی طرح اگر مردوں کو گھریلو زندگی میں پھانس دو تو باہر کی زندگی کا کیا حال ہوگا؟ اگر ایسا کر دیا گیا تو جو فطری نظام بنا ہوا ہے وہ درہم برہم ہو جائے گا! اس لیے مرد وعورت ہر ایک اپنے دائرے میں رہ کر کام کریں، تب ہی فطری نظام درست ہو سکتا ہے۔

جنت کی خوشبو سے بھی محرومی:

حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: جنت کی خوشبو پانچ سو (۵۰۰) سال کی مسافت کی دوری تک پہونچتی ہے مگر ماں باپ کا نافرمان، ایسا بدنصیب شخص ہے کہ جنت کی خوشبو اور ہوا سے بھی محروم رہے گا۔

”عن أبی هريرة قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يُرَاحُ رِيْحُ الْجَنَّةِ مِنْ مَسِيْرَةِ خَمْسِمِائَةِ عَامٍ، وَلَا يَجِدُ رِيْحَهَا مَنَّانٌ بِعَمَلِهِ، وَلَا عَاقٌّ، وَلَا مُدْمِنُ خَمْرٍ“۔

(مجمع الزوائد و منبع الفوائد، رقم: ۱۳۴۳۵، و رواه الطبرانی فی الصغیر)

ماخوذ از تفسیری خطبات حصہ اول

درسِ سیرت

سیرت طیبہ اور عصر حاضر کے چیلنجز

مولانا ابوالبرکات شاذ قاسمی
تعلیمی وملی فاؤنڈیشن جگیراہاں بتیا، چمپارن

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پوری دنیا کے لئے رحمت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن اخلاق، حلم و بردباری، عفوودرگزر، اخوت ومساوات، عدل وانصاف، الفت ومؤدت، اعلیٰ انسانی اقدار اور شرافت، علم دوستی اور مکارم اخلاق جیسی گراں قدر تعلیمات دنیا کو دیں، جن سے پوری دنیا تہی مایہ تھی، پھر پوری دنیا میں محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے لایا ہوا دین فطرت پھیل گیا، اخلاق، معاشرت، معاملات قومی وبین الاقوامی ضابطے غرض کے ہر شعبہ حیات پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا عکس دکھائی دینے لگا اور پوری دنیا حیات طیبہ کے نور سے متاثر ہوئی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اس قدر مثالی روشن اور قابل تقلید تھی کہ پوری دنیا اس سے متاثر ہوئی مردہ انسانیت کے تن بدن میں جان آ گئی یہی وجہ ہے کہ مذہب اسلام میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اسوہ بنانے کی بات کی گئی ہے اور ان کی کامل اتباع کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے تاکہ ایک مسلمان کی زندگی اخلاقی معاشرتی معاشی تہذیبی وتمدنی ہر اعتبار سے مثالی ہو جائے اور اس کو دیکھ کر اس کے اخلاق معاملات سے متاثر ہو کر دوسرے لوگ اسلام کے آفاقی پیام انسانیت سے واقفیت حاصل کریں اور حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں۔

چنانچہ قرآن پاک میں ارشاد ہے **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوہ حسنة**: تحقیق کہ نبی اکرم ﷺ کی زندگی میں تمہارے لئے بہترین اسوہ ہے، دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے ''اے ایمان والوں! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اسی طرح اپنے فرمانرواؤں کی بھی اطاعت کرو پھر اگر تم حکّام سے کسی امر میں اختلاف کرو اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹادو اور ان کے حکم کی روشنی میں معاملہ طے کرو''

اسی طرح اللہ پاک کا یہ بھی ارشاد ہے **یاایھالذین امنو اطیعو اللہ و رسولہ و لاتولوّ اعنہ و انتم تسمعون** ''اے ایمان والو! تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی مت کرو، دراں

حال کہ تم سن رہے ہو"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کی ایک آیت میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی طرف ایمان والوں کو متوجہ کیا، ساتھ ہی یہ بھی فرمادیا ہے کہ ان کی کامل اطاعت اور پیروی میں ہی تمہارے لئے دنیاو آخرت کی حیات ابدی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ** "اے ایمان والو! جب بھی اللہ اور اس کے رسول تمہیں کسی کام کی طرف بلائیں جو تمہیں زندگی عطا کرتا ہے تو اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کے ساتھ جواب دیتے ہوئے فوراً حاضر ہوجایا کرو اور جان لو کہ اللہ آدمی اور اس کے قلب کے درمیان حائل ہوتا ہے اور یہ کہ تم سب (بالآخر) اسی کی طرف جمع کیے جاؤ گے"۔

غرض ان آیات سے مقصود یہاں اس بات کو واضح کرنا ہے کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے روشن پہلوؤں میں ہمارے لئے حیات جاودانی کا راز مضمر ہے، ایک ایسی حیات جس میں امن و امان، سکون و شانتی عدل و انصاف، اخوت و محبت اصلاح فکر، اصلاح عمل، تزکیہ نفس، معاشرے کی تعمیر، امن وامان کی ترغیب، انسانیت کی بنیاد پر سب کا احترام، مظلوموں، مردوں، عورتوں، بچوں، بوڑھوں اور معذوروں کے حقوق سے متعلق وافر رہنمائی پائی جاتی ہے۔

یہ بات بھی حقیقت ہے کہ جب تک مسلمانوں نے اس نبی رأفت ورحمت کی زندگی کو اپنی زندگی کا اسوہ بنائے رکھا، دنیا میں بلند و بالا رہے اور جب نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کی اتباع اور پیروی کو چھوڑ دیا تو رسوا اور ذلیل ہوئے۔

عصر حاضر میں مسلمانوں کے ساتھ جو معاملہ ہو رہا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں خاص طور پر ملک ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ جو ظلم وزیادتی ہو رہی ہے، اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معاملہ ہو یا بلڈوزر اور ماب لنچنگ کے ذریعے مسلمانوں کا قتل عام ہو، یا حجاب کے نام پر چند لوگوں کی پریشانی، مساجد و مکاتب کو نشانہ بنانا ہو یا مسلمانوں کو ٹارگٹ کر کے یک طرفہ کاروائی، یہ سب کے سب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے دور ہونے کا نتیجہ ہے، جن کے نبی نے دنیا کو حقوق دیئے آج وہ زندگی کے بنیادی حقوق کی بھیک مانگ رہے ہیں، جن کے نبی نے انسانیت کا پیام دیا ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا جارہا ہے۔

عصر حاضر میں یہ امت تعلیم اخلاق و کردار، مساوات، عدل و انصاف، انسانیت، رواداری جیسے بنیادی معاملوں میں مختلف قسم کے چیلنجز کا سامنا کر رہی ہے، ایسے وقت میں ہماری نجات و سربلندی، دنیا اور آخرت کی کامیابی اسی میں ہے کہ ہم حیات طیبہ کی روشنی میں اپنی شب دیجور کو امید سحر عطا کریں اور ان کے کامل پیرو کار بن جائیں۔

قابل توجہ بات یہ بھی ہے کہ ایک پاگل خاتون اور ایک پاگل انسان کے ذریعے اہانت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارتکاب پر ہم سراپا احتجاج بنے ہوئے ہیں اور بننا بھی چاہیے کیوں کہ یہ ہماری آستھا کا مسئلہ ہے مگر ساتھ ہی ہمیں یہ بھی خیال کرنا ہوگا کہ ہم صبح سے شام تک اپنی روزمرہ کی زندگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو کس قدر تکلیف پہنچاتے ہیں، ہم نے کتنی نورانی سنتوں کو پامال کیا، خوشی وغمی کا موقع ہو یا شادی و جشن کی تقریبات، ہم خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول کر کیا کیا گل کھلاتے ہیں۔

اس لیے ہمیں عصر حاضر کے چیلنجز کا سامنا کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنا اسوہ اور آئیڈیل بنانا ہوگا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ اور سیرت میں غور کرنے کے بعد یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رحمت للعالمین اور پوری انسانیت کے لیے رحمت و رأفت ہونے کے باوجود جب ظلم و ستم حد سے زیادہ ہو گیا، ناانصافیاں بڑھ گئیں، قتل و غارت گری برپا ہونے لگی اور مسلمانوں کا ہر طرف سے قافیہ تنگ کر دیا گیا، ان کا ناطقہ بند کر دیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دفاع کے لیے خود کو ظالموں سے محفوظ کرنے کے لئے، زمین کو قتل ناحق سے بچانے کے لیے، اپنا دفاع کرنے کے لئے، ظالموں سے مردانہ وار مقابلہ بھی کیا، اس کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو تیر اندازی گھوڑ سواری اور ہر اس کام کی ترغیب بھی دی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی یہ بھی ہے کی جب مسلمانوں کی عزت و آبرو پر آنچ آئے، قانون کی کتابوں کو دیمک چاٹ کر کھا جائیں، عدالتیں بک جائیں، ہر طرف لوٹ ہی لوٹ ہو، ہر طرف مار ہی مار ہو، ملک کا حاکم ملک میں بربریت کا ننگا ناچ دیکھ کر خاموش بیٹھا لطف لے رہا ہو، مسلمانوں کو ٹارگیٹڈ کلنگ کیا جا رہا ہو، ایسے وقت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہمیں یہ سبق بھی سکھاتی ہے کہ ہم باطل اور ظالم کا ہر ممکن مقابلہ کریں، اس کے سامنے کمزور نہ ہوں، خوف نہ کھائیں اور جمہوری طریقے سے مقابلہ کریں۔

عصر حاضر کے چیلنجز کا اس کے سوا اور کوئی حل نہیں ہے کہ ہم نے جس طرح ابھی تک محبت و شفقت، رواداری اور غیروں کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نواز تعلیمات اور حسن اخلاق کو پیش کیا، اس کو مضبوطی سے اپنے عمل و کردار سے ظاہر کریں۔

لمحۂ فکریہ

عصرِ حاضر میں دینی مدارس کی اہمیت وضرورت

مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی

اصلاحِ حال کے حوالے سے سرگرم مختلف تحریکوں اور تنظیموں کے نمائندہ لوگوں کی جانب سے یہ مشاہدے میں آرہا ہے کہ وہ دبی زبان میں مدارس کی افادیت اوران کی نافعیت کا یاتو بالکل انکار کررہے ہیں یا اپنی ناقص فہم میں ان کی نافعیت کو بالکل محدود ٹھہرانے پر تلے ہیں، ان میں بعض حضرات تہذیبِ جدید کے مذہب بیزار اور مادہ پرست نظامِ تعلیم کے زیر اثر اس طرح کی بیمار اور مذموم ذہنیت کا مظاہرہ کررہے ہیں، یہ لوگ قرآن فہمی اور حدیث دانی کے لیے اپنے محدود فہم میں عربی کی تھوڑی سی شُد بُد یا اس کے صرف ترجمہ پڑھ لینے ہی کو کافی سمجھ رہے ہیں، یہ لوگ مدارس کے تعلق سے طنز آمیز اور رکیک جملہ بازیوں بلکہ دریدہ دہنیوں سے بھی گریز نہیں کرتے کہ یہ مدارس معاشرے پر خیراتی بوجھ کے سوا کچھ نہیں ہیں۔

گویا یہ اپنے اس طرزِ عمل کے پسِ پردہ مدارس کے سارے نصاب ونظام، شب وروز کی تگ ودو اور وہاں کی ساری نقل وحرکت کو فرسودہ، نامعقول، غیر نفع بخش اور تضیعِ اوقات باور کرانے پر تُلے ہوئے ہیں۔ اس کے بالمقابل بعض حضرات وہ ہیں جو محض تبلیغی جماعت سے وابستگی اور اس کے طریقۂ کار اور نظامِ عمل پر مکمل کاربند رہنے ہی کو مدارس کے دس بارہ سالہ تعلیمی وتربیتی دورانیہ کے ہم پلہ اور مماثل قرار دے رہے ہیں۔

حالاں کہ مدارس کو ان نوع بہ نوع اور ہمہ اقسام تحریکوں وتنظیموں کے بیچ وہی حیثیت حاصل ہے جو سارے نظامِ فلکی میں کواکب وسیّارات کے مقابل سورج کو ہے کہ ان تمام کی ساری رونق، چمک دمک اور قوت کا اصل منبع اور سرچشمہ یہی سورج ہے۔

آپ آزادیِ ہند کے بعد کی اصلاحی یا رفاہی کسی بھی تحریک کے بنیادی ڈھانچہ اوراس کے ابتدائی مراحل کا جائزہ لیجیے، اس کا آخری سرا کہیں نہ کہیں انھیں مدارس سے مربوط نظر آئے گا، اس کی زمام اور باگ انھیں مدارس

کے فارغ التحصیل علماء کے ہاتھوں میں ہوگی یا اس تحریک کے مختلف ادوار میں اس کی ترقی وترویج اور تقویت کے یہی باعث نظر آئیں گے، آج بھی قرآن وحدیث پر گہری بصیرت، علومِ اسلامیہ پر کامل دسترس اور ان علوم کے تئیں وسیع نظر اور دوربیں نگاہ چاہتے ہیں تو وہ انھیں مدارس اور اسی نصابِ تعلیم وتربیت کے زیرِ اثر حاصل ہوگی۔

مدارس کے نصابِ تعلیم پر ہونے والے اعتراضات کا جائزہ

بعض لوگوں کا یہ مطالبہ کہ مدارس کے موجودہ نصابِ تعلیم کے ڈھانچہ کو یکسر بدل دیا جائے اور اس کی جگہ ایک ایسا نیا نصاب رائج کیا جائے کہ جوان مدارس کے فارغین کی معاشی کفالت کا ضامن ہو، اس طرح کا مطالبہ نہ تو عقل ودانش کے موافق ہے اور نہ ہی یہ بات مدارس اسلامیہ کے قیام کے اہداف ومقاصد سے ہم آہنگ نظر آتی ہے، رہی جزوی ترمیم اور تبدیلی تو یہ علمائے دین اور اربابِ مدارس وقتاً فوقتاً کرتے رہتے ہیں۔

آج سے ساٹھ سال قبل درس نظامی کے نصاب کا نقشہ موجودہ نصاب سے ملا کر دیکھیے، موجودہ نقشہ اس سے یکسر مختلف نظر آئے گا، ابھی فی الحال موجودہ احوال اور تقاضوں کے پیشِ نظر عالمیت سے فراغت کے بعد دو سالہ انگریزی زبان کا کورس بھی مدارس میں شروع کر دیا گیا ہے، اس کا ذوق رکھنے والے فارغ التحصیل طلباء اس شعبہ سے منسلک ہو کر انگریزی پر عبور حاصل کر رہے ہیں۔ چناں چہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ سے جب ایک دفعہ کسی نے نصاب میں تبدیلی کے متعلق دریافت کیا تو انھوں نے یوں فرمایا:

> جہاں تک نصاب کا تعلق ہے تو وہ بالکل قابلِ اطمینان ہے، یہ وہی نصاب ہے جس سے بڑے بڑے اکابر علماء تیار ہوئے ہیں، البتہ جزوی ترمیم تو پہلے بھی ہوتی رہی ہے اور آئندہ بھی ہوگی؛ البتہ نصاب کی اصل کو نہیں بدل سکتے، جیسے صحاح ستہ اور قرآن کریم کی تعلیم، باقی جتنے علومِ آلیہ ہیں، مبادی ہیں، ان میں جزوی طور پر تغیر ہوتا رہا ہے، نوعی طور پر نصاب وہی باقی رہا؛ اس لیے جہاں تک نصاب کا تعلق ہے وہ تو بالکل قابلِ اطمینان ہے۔

ہم ان حضرات سے جو مدارس کے نصاب ونظام کی مکمل تبدیلی کے طالب ہیں سوال کرتے ہیں کہ کیا ان میں سے کبھی کسی نے بڑے بڑے اسکول اور کالجز کے چلانے والوں کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ لوگ وہاں طلباء کو اس عصری تعلیم سے ہٹ کر ان کے اسلامی شعور کو بیدار اور زندہ رکھنے کے لیے، دینی تعلیم کا بھی کوئی نظم ونسق کریں؛ تاکہ ان کی اس دنیا کے ساتھ ان کی آخرت کی سدھار کا بھی سامان ہو جائے۔

مدارس کا موجودہ نصابِ تعلیم حذف واضافہ تغیر وتبدل کے مختلف ادوار ومراحل سے گذر کر موجودہ

حالت میں آیا ہے، یہ مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ علمی و تعلیمی تاریخ کا نچوڑ ہے، اس نصابِ تعلیم میں مختلف وقتوں میں تغیرات ہوتے رہے ہیں اور مختلف اثرات و احوال کے ماتحت اس میں ترمیم و تنسیخ کا عمل جاری رہا ہے، آخر میں جس سلسلہ درس اور نصابِ تعلیم کی قسمت میں جہانگیری اور دوام و بقا لکھا تھا، جس کا سکہ ہندوستان سے لے کر افغانستان و ایران تک رہا، اس کے نامور بانی ملا نظام الدین سہالوی مرحوم رہے ہیں، جن کا نصابِ تعلیم خفیف حذف و ترمیم کے ساتھ آج تک مدارس میں رائج ہے۔

امتِ اسلامیہ پر مدارس کا احسانِ عظیم

جس طرح ایک انسان اپنی زندگی کی بقا کے لیے خوراک اور پوشاک کو ضروری خیال کرتا ہے، اسی طرح ایک حقیقی مسلمان اپنی اسلامی شناخت، تہذیبی خصوصیات اور معاشرتی امتیازات سے وابستگی اور اپنے ملی وجود کی حفاظت کو اس سے کہیں بڑھ کر اہمیت دیتا ہے، وہ کسی دام پر اپنے ملی تشخص اور اپنے امتیازات وشعائر سے دست بردار نہیں ہوسکتا؛ چوں کہ خوراک سے پیٹ اور پوشاک سے جسم کی حفاظت تو ہوسکتی ہے؛ لیکن ایک حقیقی مسلمان کے پاس اس کے پیٹ اور جسم کے ان تقاضوں اور ان مادی ضرورتوں کے علاوہ بھی ایک اہم چیز ہے، وہ ہے اس کا دین اور ایمان۔

مسلمان بھوکا تو رہ سکتا ہے؛ لیکن وہ اپنی تہذیبی خصوصیات سے دست بردار نہیں ہوسکتا، اگر وہ اس دین میں رہے گا تو اپنی ان تمام خصوصیات کے ساتھ، آج پوری دنیا میں مسلمانوں کو بحیثیت ایک ملت کے ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، آج ہمارا دشمن ہمارے ملی وجود اور تہذیبی خصوصیات کو چن چن کر ختم کرنے پر تلا ہوا ہے، اگر آج اسلام اپنی تمام خصوصیات و امتیازات کے ساتھ نظر آرہا ہے، تو وہ انھیں مدارسِ عربیہ کے زیر احسان، شہر شہر، گلی گلی، قریہ قریہ، چھوٹی بڑی، کچی پکی جو مساجد آباد نظر آرہی ہیں، مختلف تحریکوں کی شکل میں مسلمانوں کی اخلاقی واعتقادی اور معاشی اصلاح کا جو جال ہر سمت بچھا ہوا ہے یا کسی بھی جگہ دین کا شعلہ یا اس کی تھوڑی سی رمق اور چنگاری سلگتی ہوئی نظر آرہی ہے وہ انھیں مدارس کا فیضِ اثر ہے، اگر ان مدارس کا وجود نہ ہوتا تو آج ہم موجود ہوتے؛ لیکن بحیثیت مسلم نہیں؛ بلکہ حیوان نما انسان کی تمام خصوصیات کے ساتھ۔

ہندوستان میں عوامی تعاون سے چلنے والے موجودہ شکل کے مدارس کی ابتدائی تحریک کا جائزہ لیجیے کہ کن اسباب ومحرکات کے تحت اس نظام کے حامل مدارس کا آغاز ہوا؟ دراصل اس وقت بھی یہی صورت

حال تھی کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے زمامِ اقتدار چھن چکا تھا، انگریزی قوم یہاں کے ہر سیاہ وسفید کی مالک ہوچکی تھی، اگر انھیں مستقبل میں اپنے اور اپنے اس آمرانہ حکمرانی کے بیچ کوئی چیز سب سے بڑی رکاوٹ اور حائل نظر آرہی تھی تو وہ یہاں کے غیور، باحمیت اور زندہ دل مسلمان تھے، چوں کہ وہ اچھی طرح جانتے تھے کہ مسلمانوں کو ان کی موجودہ خست وذلت سے نکال کر انھیں رفعت وبلندی کے اوجِ ثریا پر کوئی چیز پہنچا سکتی ہے تو وہ ہے :ان کا ایمان وایقان اور ان کی دینی حمیت۔

انہوں نے اس کے لیے حکومت کے ماتحت چلنے والے تمام تعلیمی اداروں کے نصاب ونظام میں حذف واضافہ شروع کردیا، اس نصابِ تعلیم کی تبدیلی اور ترمیم کا اثر مسلمانوں کے ایمان وعقیدہ پر ہورہا تھا، وہ اپنی تہذیبی خصوصیات سے دست بردار ہوکر بحیثیت قوم مسلم کے اپنا وجود کھورہے تھے، اس وقت بھی مدارس ومکاتب کی اسی تحریک ہی کے ذریعہ اسلام کا بچاؤ ممکن ہوسکا۔

مدارس کی اہمیت وضرورت اور مسلم معاشرے پر ان کے احسانِ عظیم کا تذکرہ کرتے ہوئے، علامہ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

> ہم کو یہ صاف کہنا ہے کہ عربی مدرسوں کی جتنی ضرورت آج ہے، کل جب ہندوستان کی دوسری شکل ہوگی اس سے بڑھ کر ہوگی، یہ ہندوستان میں اسلام کی بنیاد اور مرکز ہوں گے، لوگ آج کی طرح کل بھی عہدوں اور ملازمتوں کے پھیر اور اربابِ اقتدار کی چاپلوسی میں لگے ہوں گے اور یہی دیوانے آج کی طرح کل بھی ہوشیار رہیں گے؛ اس لیے یہ مدارس جہاں بھی ہوں، جیسے بھی ہوں، ان کا سنبھالنا اور چلانا مسلمانوں کا سب سے بڑا فریضہ ہے، اگر ان عربی مدرسوں کا کوئی دوسرا فائدہ نہیں تو یہی کیا کم ہے کہ یہ غریب طبقوں میں مفت تعلیم کا ذریعہ ہیں اور ان سے فائدہ اٹھا کر ہمارا غریب طبقہ کچھ اور اونچا ہوتا ہے اور اس کی اگلی نسل کچھ اور اونچی ہوتی ہے، اور یہی سلسلہ جاری رہتا ہے، غور کی نظر اس نکتہ کو پوری طرح کھول دے گی۔

حکیم الامت حضرت مولانا تھانوی رحمہ اللہ ان مدارس کے بارے میں یوں ارشاد فرماتے ہیں:

> اس وقت مدارسِ علوم دینیہ کا وجود مسلمانوں کے لیے ایسی بڑی نعمت ہے کہ اس سے بڑھ کر متصور نہیں، دنیا میں اگر اسلام کے بقا کی کوئی صورت ہے تو یہ مدارس ہیں۔

حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی رحمہ اللہ یوں فرماتے ہیں:

> یہی کہفی مدارس تھے (علماء اور طلباء کے لئے مولانا کی خصوصی اصطلاح) جنہوں نے مسلمانوں کے ایک طبقہ کو خواہ ان کی تعداد جتنی بھی کم ہے، اعتقادی واخلاقی گندگیوں سے پاک

رکھنے کی کام یاب کوشش کی ہے۔

یہ مدارس معاشرے کو کیا دے رہے ہیں؟

یہ ایسی واضح اور روشن حقیقت ہے جس کا معاشرے کے حقیقی احوال سے ناواقف یا ایسا شخص ہی منکر ہوسکتا ہے جس نے جان بوجھ کر ان احوال سے آگہی کے باوجود اس سے آنکھیں موند لینے کی ٹھان لی ہو کہ دین کی بقا وتحفظ، اسلامی اقدار وروایات کی پاس وحرمت، مسلمانوں کی اپنی شریعت کے ساتھ سچی وابستگی وعقیدت اور پورے معاشرے کے اصلاح ودرستگی کا اگر کوئی کام انجام دے رہے ہیں تو یہی مدارس ہیں، جو کسی نہ کسی طریقے سے اصلاحِ امت او ربھلائی کے فروغ کے سارے کاز کو اپنے ناتواں کندھوں پر اٹھائے ہوئے ہیں اور یہ مسلم معاشرے کی اسلام کے ساتھ حقیقی ربط وضبط کی برقراری کے لیے تمام ضروریات کی تکمیل (جن میں مساجد کے لیے عملی صلاحیت کے حامل مقررین، اسلامی تعلیمات کی تدریس کے لیے مدرسین واساتذہ کی فراہمی، امتِ مسلمہ کے مختلف مسائل اور اس کے اسلامی حل کے لیے دار الافتاء کے قیام اور اس کے لیے باصلاحیت صاحبِ بصیرت اور دوررس نگاہ مفتیانِ عظام کے نظم اور امت کے اصلاح کے کاز کو تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ، وعظ وارشاد اور خانقاہی نظام کے ذریعے انقلاب برپا کرنے والے شامل ہیں) میں پوری تن دہی کے ساتھ بغیر کسی شور وشغب اور پروپیگنڈے کے مصروفِ عمل ہیں۔

معاشرے کی دینی ضروریات کی تکمیل میں مدارس کی حیثیت اس کسان کی سی ہے جو زمین کے ہموار کرنے، فصل کے اگانے، کٹائی سے لے کر اس غلہ اور اناج کے مارکیٹ پہنچنے تک اپنی ساری توانائی اور قوت اس کے پیچھے صرف کرتا ہے، جو غلہ تمام انسانوں کی آسودگی اور بھوک مٹانے کا سبب بنتا ہے، دین کے تمام شعبوں کو زندہ، بیدار اور متحرک رکھنے میں مدارس کی یہی مثال ہے۔

علمی تحقیق

گذشتہ سے پیوستہ

کیا قرآنِ کریم میں سائنس کی تعلیم بھی ہے؟

مولانا محمد معاویہ سعدی

استاذ شعبۂ تخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کا دوسرا مقصد۔

آیات اللہ فی الکون (کائنات میں موجود ومستور اللہ کی نشانیوں) میں غور وفکر کا دوسرا (بلکہ اصل ترتیب کے لحاظ سے پہلا) اور اہم ترین مقصد: تلاشِ حق میں سرگرداں شخص کو دلیلِ راہ فراہم کرنا ہے۔

لہٰذا جو شخص حق کی تلاش میں ہے، اور اپنے خالقِ حقیقی اور مالکِ اصلی کو جاننا اور پہچاننا چاہتا ہے تو اُس کو چاہیے کہ موجوداتِ عالم میں غور کرکے اُن کے موجد تک، مصنوعاتِ عالم میں غور کرکے اُن کے صانع تک، اور مخلوقاتِ عالم میں غور کرکے اُن کے خالق تک پہنچنے کی کوشش کرے، جس کا نمونہ سیدنا حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلاۃ والسلام کی سیرت سے ملتا ہے کہ آپ نے نبوت سے پہلے آسمان وزمین کی نشانی، لیل ونہار کی گردش اور شمس وقمر کے سلسلۂ طلوع وغروب میں اِسی پہلو سے غور فرمایا تھا، پھر آخر میں پکار اٹھے تھے: إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ[الأنعام ۷۹]

> میں نے اپنا رخ اُس ذات کی طرف کرلیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؛ اِس حال میں کہ میں باطل سے اِعراض کرنے والا ہوں، اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

اور اِسی حیثیت سے عرب کے ایک دیہاتی کا یہ استدلال بھی مشہور ہے: ”البعرة تدل على البعير، والروث على الحمير، وآثار الأقدام على المسير، فسماء ذات أبراج، وأرض ذات فجاج، وبحار ذات أمواج، ألا تدل على الصانع اللطيف الخبير؟“[تفسیر الرازی ۲/ ۳۳۴، والتحریر والتنویر ۳/ ۳۴۳]

> راستوں میں پڑی ہوئی اونٹ کی مینگنی بتاتی ہے کہ اِدھر سے اونٹ گذرے ہیں، لید بتاتی ہے کہ (گھوڑے اور) گدھے گذرے ہیں، نشاناتِ قدم بتاتے ہیں کہ لوگ گذرے ہیں، تو کیا یہ برجوں والا آسمان، اور یہ پیچ در پیچ راستوں والی زمین، اور یہ موجوں سے کھیلتے سمندر نہیں بتارہے ہیں کہ اُنھیں کسی ایسے صنعت گر نے پیدا کیا ہے جو پسِ پردہ ہے، اور اپنے فن اور صنعت سے خوب باخبر ہے؟!۔

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

صانع کی ہستی کا قائل ہونا فطری اَمر ہے، اِسی واسطے اِمام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ اِس پر ہر شخص سے سوال ہوگا'' (ملفوظات حکیم الامت ج ۲۶، الکلام الحسن ص ۲۳۲)۔

اور قرآن میں مذکور ''آیات اللہ فی الکون'' (اللہ کی اِن نشانیوں) کا یہ مقصد آج کل ایسا کھل کر سامنے آرہا ہے کہ پوری دنیا میں اِس وقت ایک عجیب ایمانی وروحانی ہلچل مچی ہوئی ہے، شاید ہر روز ہی کوئی نہ کوئی حق کوش غور وفکر اور تدبرِ کائنات کے اِسی راستے سے داخلِ اسلام ہورہا ہے، اور اللہ کے وجود، وحدانیت اور حاکمیت پر ایمان سے سرفراز ہورہا ہے، اور موجودہ دور کی حریت پسندی اور آزادیٔ رائے کے شر سے نکلنے والا یہ وہ خیر ہے جس کے انکار کی کوئی گنجائش نہیں۔

میرے سامنے اِس موضوع سے متعلق اِس وقت انٹرنیٹ پر موجود روزنامہ ''جنگ'' کی ایک آٹھ سالہ پرانی اور نہایت لمبی رپورٹ ہے، جس کے ابتدائی الفاظ یہ ہیں :

گذشتہ چند سالوں میں اسلام دنیا میں تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن چکا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ۱۹۹۰ء سے ۲۰۰۰ء کے دوران ایک کروڑ ۲۵ لاکھ سے زائد افراد اپنا مذہب ترک کرکے اسلام قبول کرچکے ہیں، جب کہ ۲۰۰۱ء میں نائن الیون واقعہ کے بعد امریکہ سمیت دنیا بھر میں مسلمانوں کی تعداد دوگنی ہوچکی ہے، اور قرآن پاک دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی کتاب بن چکی ہے۔

اس کے بعد اخبار نے پچیسوں نامزد اَہم عالمی اور مؤثر شخصیات کے قبولِ اسلام کے تازہ واقعات کے حوالے دیئے ہیں، اور آخر میں مغربی ممالک میں اسلام کی بڑھتی ہوئی مقبولیت سے متعلق مصدقہ تفصیلی رپورٹ پیش کی ہے۔

اِسی طرح ''فکر وخبر'' نامی آن لائن میگزین کے آج کے مرکزی صفحہ پر موجود مضمون کی شاہ سرخی یہ ہے : ''برطانیہ میں سب سے تیزی سے پھیلنے والا مذہب اسلام''۔ آگے کا اقتباس یہ ہے:

دوسرے لفظوں میں فی الحال برطانیہ میں اسلام کی بادِ بہاری چل رہی ہے اور اس کی تازگی، خنکی اور خوشبو کا احساس ہر کسی کو ہورہا ہے۔ پیغام توحید ورسالت مغربی افکار واقدار کے تار وپود بکھیر رہا ہے اور حق وصداقت کی کرنیں اہل کلیسا کے دل ودماغ کو روشن کررہی ہیں، برطانوی حکومت کے جاری کردہ اَعداد وشمار اور مختلف تحقیقات کے نتیجے ظاہر کرتے ہیں کہ یہاں اسلام پسندوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے اور عیسائیوں کی تعداد گھٹ رہی ہے۔ مسجدیں آباد ہورہی ہیں اور چرچ ویران ہورہے ہیں۔ نئی نئی مسجدیں خوب تعمیر ہورہی ہیں یا پرانی عمارتوں کو خرید کر مسجد میں تبدیل کیا جارہا ہے، دوسری طرف عیسائیوں کی عدم توجہی کے سبب گرجا گھروں کو بند کیا جارہا

ہے۔کئی جگہ تو یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ گرجا گھروں کے مالکان نے انھیں مسلمانوں کے ہاتھوں فروخت کردیا کہ وہ اسے مسجد بنالیں۔یہ صورت حال جہاں عیسائیت کے خیرخواہوں کے لئے فکر کا سبب ہے وہیں اسلامی داعیوں کے لئے باعث مسرت ہے۔اس سے مغربی شہریوں کا مذہب کے تعلق سے مثبت رویہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک طرف جہاں اسلام کی مخالفت ہوتی ہے وہیں دوسری طرف اس کے بارے میں عوام اچھے خیالات بھی رکھتے ہیں..... دوسرے الفاظ میں اسلام برطانیہ کا دوسرا سب سے بڑا مذہب بن چکا ہے"۔

مذکورہ اخبار کی رپورٹ کہتی ہے :

یوروپ میں جہاں ایک طرف مسلمانوں کے لیے کچھ چیلنج ہیں تو دوسری طرف ایک بڑا طبقہ ان کا بانہیں کھول کر استقبال بھی کرتا ہے۔یہاں عیسائیت کے لئے جو مایوس کن صورتِ حال ہے وہی اسلام کے لئے خوش آئند بھی ہے۔یہاں بیشتر لوگ مذہب میں دلچسپی نہیں لیتے اور برائے نام عیسائی ہیں، مگر جیسے ہی وہ اسلام اور قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں انھیں تازگی کا احساس ہوتا ہے اور اسے قبول کرکے وہ روحانی سکون محسوس کرتے ہیں۔یہاں اسلام کی اشاعت میں روایتی مسلمانوں کا کوئی اہم رول نہیں ہے، بلکہ یہ اسلام کی اپنی کشش ہے کہ لوگ اس سے متاثر ہورہے ہیں۔خودنومسلم اسلام کی تبلیغ کا کام کرتے ہیں اور دوسروں کو اسلام کے قریب لاتے ہیں۔خودمخالفین کی کوششیں بھی اسلام کے فروغ کا باعث بنتی ہیں جسے قرآن کی زبان میں کہا جائے تو اللہ تعالیٰ شر میں بھی خیر کا پہلو نکال دیتا ہے"۔اھ

سچ کہا ہے علامہ اقبالؒ نے:

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں	اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے، اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے

خلاصہ یہ کہ سائنسی تحقیقات کے اِس دورِعروج میں قرآن کا یہ مقصد ایک عجیب معجزانہ شان سے پورا ہورہا ہے، کہ کوئی آفاق کی بے پناہ وسعتوں اور پہنائیوں میں غور کرکے اُن میں موجود اللہ کی نشانیوں پر حیرت زدہ ہورہا ہے، اور بے ساختہ "اللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَيْءٍ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُو" کا کلمہ پڑھ رہا ہے، اور کوئی اَنفُس (انسانی وجود) میں (خلیات، جینیات اور دیگر مظاہرِ حیات کی شکل میں) موجود قدرت کے کمالات اور عجائبات میں غور کرکے برجستہ "فَتَبَارَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" کا نعرہ بلند کررہا ہے، اور یہ تقریباً ہر روز ہی کا قصہ ہے۔

قرآن نے اللہ کی نشانیوں کو بیان بھی اِسی لیے کیا ہے کہ اُن کے ذریعے اللہ کو پہچانا جائے، اور اُس کی ذات وصفات کی معرفت حاصل کی جائے، اور ذات وصفات کی معرفت کے نتیجے میں اُس کی خالقیت، ربوبیت، حاکمیت، قدرت، اور کمالِ علم وحکمت کو تسلیم کیا جائے، اور نتیجتاً اُس کے تشریعی اَحکام اور تقدیری فیصلوں کو دِل وجان سے قبول کیا جائے۔

اللہ کی نشانیوں میں غور وفکر کا تیسرا مقصد۔

نظامِ کائنات میں غور وفکر کرنے والا اگر پہلے ہی سے موحد اور پختہ مسلمان ہے تو اُس کے لیے غور وفکر کے بنیادی طور پر تین مقاصد ہوسکتے ہیں:

’’تذکیر بآلاء اللہ‘‘ : یعنی کائنات میں جو کچھ اللہ نے بندوں کے نفع کے لیے پیدا کیا ہے اُن میں غور وفکر کرکے، اللہ کے اِنعامات و اِحسانات کو پہچاننا، اور تشکر و امتنان کا اِظہار کرنا۔

شکر گذاری کا یہ جذبہ اور یہ طریقہ تمام انبیاء، صحابہ، اولیاء اور سلفِ صالحین کا طریقہ اور وظیفہ رہا ہے، سیدنا حضرت سلیمانؑ کے قصے میں اُن کی مانگی ہوئی یہ دعا ذکر کی گئی ہے: رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ[النمل ۱۹]

اے میرے پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں شکر بجالاؤں تیری اُن نعمتوں کا بھی جو تونے مجھ پر کیں، اور اُن کا بھی جو تونے میرے والدین پر کیں، اور اِس کی توفیق بھی دے کہ میں ایسا نیک عمل کروں جس سے تو راضی ہوجائے، اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرمالے۔

اپنے اوپر جاری اللہ کی نعمتوں پر اِس طرح بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ مثلاً اللہ نے ہم کو مخلوقات میں سے اِنسان یعنی اشرف المخلوقات بنایا، پھر چوں کہ عام اِنسان بھی پستی اور گھاٹے میں ہیں، مگر وہ ہی جو اِیمان لائے اور اَعمالِ صالحہ کی توفیق سے نوازے گئے، تو اللہ تعالیٰ نے اِنسانوں میں سے ہم کو اُس فریق میں سے بنایا جس کو اِیمان کے ذریعے سربلندی عطا کی گئی، اور نیک اعمال کے ذریعے عزت دی گئی، پھر علمِ دین کے ذریعے رفعتوں سے نوازا گیا...، پھر ایسے والدین دیئے جو ہمارے دین اور علم کا ذریعہ بنے...۔

یا اِس طرح کہ میں تو ایک ناپاک قطرۂ منی (نطفہ) تھا، پھر کس طرح اللہ نے مجھے علقہ، مضغہ، عظام، اور جنین کے مرحلے سے گذارتے ہوئے ایک مکمل وجود بخشا، پھر جب میں ہر طرح سے لاچار اور بے بس تھا تو کس طرح میری پرورش کے لیے والدین، بھائی بہن، خاندان اور ہمدردوں کا ساتھ اور سایہ عطا فرمایا، پھر جب میں بالکل ناواقف اور جاہل تھا تو کس طرح والدین، اساتذہ، معلم و مربی، اور پیر و مرشد کے ذریعے میری تعلیم و تربیت کا انتظام فرمایا... وغیرہ وغیرہ۔

یا اِس طرح کہ ہماری ضرورتوں کی تکمیل، اور راحت و آسائش کے اسباب کے طور پر اللہ تعالیٰ نے کیسی کیسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں: پینے کو پانی، کھانے کو غلہ و اناج، پھل اور سبزی، گوشت اور مچھلی، میوے اور

فوائد، جینے کو ہوا، دیکھنے کو روشنی، رہنے کو زمین کا فرش اور آسمان کی چھت، جاگنے کو دن، سونے کو رات، ماہ وسال کی ترتیب اور موسم کے تغیرات کے لیے سورج، چاند اور تارے...، سواری کے لیے اور دیگر بہت سے فائدوں کے لیے جانور...، پھر یہ خشکی وتری کا نظام، جھیل ودریا، ندی ونالے، سمندر اور پہاڑ... وغیرہ وغیرہ۔

اِس کے علاوہ بیوی بچوں اور آل اولاد کی نعمت، مال واَسباب کی نعمت، صحت کی نعمت، فراغِ وقت کی نعمت، ذہنی سکون اور قلبی یکسوئی کی نعمت، پیدائش سے لے کر موت تک کے مختلف مراحلِ حیات میں عطا ہونے والی بے شمار نعمتیں، صبح سے شام اور شام سے صبح تک نازل ہونے والی بے حد وحساب نعمتیں؛ سب ہی کا بقدرِ اِمکان اِدراک اور اِستحضار کرنا، اور اُس پر مُنعم حقیقی تبارک وتعالیٰ کا شکر گذار ہونا، اور **وَ إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللهِ لَا تُحْصُوهَا** [النحل۱۸] کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، یہ دعا مانگتے رہنا: ''**اللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا شَاكِرِينَ لِنِعْمَتِكَ، مُثْنِينَ بِهَا، قَابِلِيهَا وَ أَتِمَّهَا عَلَيْنَا**'' [ابوداود ۹۶۹]

پروردگار! ہمیں اپنی نعمتوں کا شکر گذار بنا، اُن پر تیری حمد وثنا کرنے والا بنا، اُن کو دِل سے قبول کرنے والا بنا، اور اُن نعمتوں کی ہم پر تکمیل فرمادے۔

یہ ایک طویل دعا کا آخری ٹکڑا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ (پوری) دعا ہم لوگوں کو نہایت اہتمام سے سکھاتے تھے۔

بلکہ بعض خاص خاص نعمتوں کے حصول پر مستقل شکر کے الفاظ بھی سکھائے گئے ہیں، جیسے کھانے کے بعد کی دعا، پینے کے بعد کی دعا، دسترخوان اٹھائے جانے کی دعا، افطار کے وقت کی دعا، بستر پر پہنچنے کی دعا، سوکر اٹھنے کی دعا، استنجے سے فراغت کے بعد کی دعا، نئے کپڑے پہننے کی دعا، صبح وشام کے دخول وخروج کی دعا، چھینک آنے پر دعا، دوسرے کی مصیبت کے مقابلے میں اپنی عافیت کے اِستحضار کی دعا، روزہ کی تکمیل کی دعا، سواری پر سوار ہونے کی دعا، سفر سے واپس آنے کی دعا، نیا چاند دیکھنے کی دعا؛ کہ اِن مواقع پر جو دعائیں سکھلائی گئی ہیں وہ سب ''الحمدللہ'' (تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں) کے الفاظ سے شروع ہوتی ہیں، اور ''الحمد'' کو ''راس الشکر'' کہا گیا ہے۔

ایک حدیث میں یہ مضمون وارِد ہوا ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی خوش گوار چیز دیکھتے تو ''الحمد للہ الذي بنعمته تتم الصالحات'' پڑھتے، اور جب کوئی ناگوار معاملہ پیش آتا تو ''الحمد للہ علی کل حال'' پڑھتے [عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ۳۷۸]۔

ایک اور حدیث شریف میں ہے: اللہ تعالیٰ بندے کو کوئی نعمت عطا فرمائیں اور وہ اُس پر ''الحمد للہ رب العالمین'' پڑھ لے تو اللہ تعالیٰ اُس کو اُس سے اور بہتر بھی عطا فرماتے ہیں (ایضاً)۔

اور یہ مضمون تو قرآنِ کریم میں بھی موجود ہے : {لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُم}[ابراہیم ۷]۔

ایک سچے مسلمان کو ہر ہر موقع کی یہ دعائیں یاد ہونی چاہییں، اور حتی الامکان اُن کا معمول بھی بنانا چاہیے، کہ یہ ہم پر اللہ کا حق ہے۔ شریف لوگ اپنے اوپر اِحسان کرنے والے کو ہمیشہ یاد رکھتے ہیں، اور جو ذات کہ ہمہ وقت ہمارے اوپر اِحسان فرمارہی ہے اُس کو ایک شریف اور بامروت انسان کیسے بھول سکتا ہے؟! : شکرِ نعمتہائے تو چنداں کہ نعمتہائے تو

پھر کچھ لوگ حریص اور لالچی ہوتے ہیں، اُن کو مزید کی ہوس ہوتی ہے، اور طبیعت میں غفلت اور عباوت بھی ہوتی ہے، کہ خود سے نعمتوں کی طرف توجہ نہیں ہوتی، اور محسن کی یاد بھی نہیں آتی، اِس لیے اللہ نے یہ دعائیں بتلا کر اِن پر مزید ثواب اور فضائل کا وعدہ بھی فرمالیا، تاکہ ایسے پست طبیعت لوگ بھی محروم نہ ہوں، یہ اُس کا کرم بالائے کرم ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْ لَا أَنْ هَدَانَا اللّٰهُ[الأعراف ۴۳]۔

یہاں یہ یادرکھنا ضروری ہے کہ تشکر و امتنان کا یہ جذبہ پیدا کرنے کے لیے نعمتوں کا اِستحضار ضروری ہے، اُن کے اَسباب کی تلاش اور اُن کی علتوں کی تحقیق نہیں۔

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں :

..... کیا خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تحقیقاتِ مصالح کے لیے تم کو ملے ہیں؟ اور اگر دونوں موقعوں (قانونِ دنیا اور قانونِ شریعت) میں کوئی فرق ہو تو بتلائیے! اور فرق نہیں تو پھر یہاں ''کیوں'' اور ''کیسے'' کیوں ہے؟ (اور وہاں کیوں نہیں؟!)، بلکہ خدا تعالیٰ محبوب بھی ہیں اور حاکم بھی، تو یہاں بدرجۂ اَولیٰ یہ حالت ہونی چاہیے کہ:

زندہ کنی عطائے تو   ور بکشی رضائے تو

اگر آپ زندہ رکھتے ہیں تو یہ آپ کی عطا ہے، ورنہ اگر مار بھی ڈالیں جب بھی ہم راضی ہیں

جاں شدہ مبتلائے تو   ہر چہ کنی رضائے تو

جب دل آپ کا عاشق ہو گیا پھر آپ کچھ بھی کریں ہم راضی ہیں۔

زباں تازہ کردن باقرارِ تو   نینگیختن علت اَز کارِ تو

ہمیں تو آپ کی ربوبیت اور حاکمیت کے اقرار سے زبان تازہ رکھنی ہے، نہ کہ آپ کے کاموں کی کُنہ میں ہمیں پڑنا ہے۔ (وعظ فوائد الصحبۃ : ص ۲۶) (جاری)

حاصلِ مطالعہ — تیسری قسط

قرآن کریم میں مذکور تاریخی واقعات

مفتی عبداللہ سہارنپوری

متخصص فی الحدیث مظاہر علوم سہارنپور

خلافتِ آدم علیہ السلام

وَإِذقَالَ رَبُّکَ لِلمَلٰئِکَةِ إِنِّی جَاعِلُ فِی الأَرضِ خَلِیفَة قَالُوٓا أَتَجعَلُ فِیهَا مَن یُفسِدُ فِیهَا وَیَسفِکُ الدِّمَآءَ وَنَحنُ نُسَبِّحُ بِحَمدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ قَالَ إِنِّیٓ أَعلَمُ مَا لَا تَعلَمُونَ (البقرۃ ۳۰)

انسان سے پہلے اس عالم میں عقل ودانش سے متصف دوقسم کی مخلوق موجود تھی: ایک ’’فرشتے‘‘ اور دوسرے ’’جن‘‘، مگران دونوں میں سے کوئی بھی اس عالمِ رنگ وبو، سے کما حقہ مستفید ومنتفع ہونے کے لائق نہ تھی، فرشتوں کا منتفع نہ ہونا تو بالکل ظاہر ہے کہ فرشتوں کو نہ زن اور فرزند کی ضرورت، اور نہ ہی طعام وشراب کے لوازم، یعنی شہوت اور غضب کی حاجت، جنات اگرچہ بعض چیزوں سے متمتع اور منتفع ہوتے ہیں مگر لطافتِ بدنی اور غلبۂ ناریت کی وجہ سے بہت سے سامانِ حفاظت سے مستغنی ہیں، نہ ان کو کسی مکان اور عمارت کی ضرورت، اور نہ کسی قلعہ اور برج کی حاجت اور نہ ہی وہ اپنی حفاظت میں تیر وتلوار اور کسی قسم کے محتاج ہیں، پس اگر جنات عالَم کی بعض اشیاء سے منتفع بھی ہیں تو وہ انتفاع ناتمام، ناقص اور ادھورا ہے، علاوہ ازیں جنات کی قوتِ خیالیہ ان کی قوتِ عقلیہ پر اس درجہ غالب ہے کہ جس چیز کا وہ خیال کر لیتے ہیں اس کو واقعی سمجھتے ہیں؛ اس لیے ان کا انتفاع حقیقی اور واقعی نہیں بل کہ خیالی ہے، اور جب یہ مخلوق اس عالم کے منافع سے خود مستفید نہیں ہوسکتی تو دوسری مخلوقات کی ضروریات اور تقاضوں کو کیوں کر سمجھ سکتی ہے؟ اور ایسے میں خلافتِ ارضی کی مستحق کیسے ہوسکتی ہے۔

بخلاف انسان کے کہ وہ تمام چیزوں سے حقیقۃً اور علی وجہ الکمال منتفع ہوسکتا ہے، کیوں کہ انسان جسمانی حیثیت سے تمام عناصرِ اربعہ (آگ، پانی، مٹی، ہوا) اور عالم سفلی (زمین) کی تمام اشیاء سے بھی نفع اٹھا سکتا ہے (اسلئے کہ اس کا خمیر اسی سے اٹھایا گیا ہے) اور روحانی حیثیت سے عالَم علوی (ملأ أعلیٰ) کی تمام چیزوں سے متمتع اور متخلق باخلاق الٰہیہ ہوسکتا ہے۔ (اسلئے کہ اس کی روح وہیں سے ڈالی گئی ہے)، لہٰذا منصبِ خلافت

کے لئے انسان ہی کا انتخاب کیا گیا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنا چاہا تو فرشتوں کو اطلاع دی کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں جو فی الجملہ اختیار و ارادہ کا مالک ہوگا، اور میری زمین پر جس قسم کا تصرف کرنا چاہے گا کر سکے گا، اور اپنی ضروریات کے لیے اپنی مرضی کے مطابق کام لے سکے گا، گویا وہ میری قدرت اور میرے تصرف و اختیار کا ''مظہر'' ہوگا۔

فرشتوں نے یہ سنا تو حیرت میں رہ گئے اور بارگاہِ الٰہی میں عرض کیا :اگر اس ہستی کی پیدائش کی حکمت یہ ہے کہ وہ دن رات تیری تسبیح وتہلیل میں مصروف رہے اور تیری تقدیسِ و بزرگی کے گن گائے، تو اس کے لیے ہم حاضر ہیں جو ہر لحہ تیری حمد وثنا کرتے اور بے چوں چرا تیرا حکم بجالاتے ہیں۔ہم کو تو اس ''خاکی'' سے فتنہ وفساد کی بو آتی ہے۔ایسا نہ ہو کہ یہ تیری زمین میں خرابی اور خون ریزی برپا کردے؟ بارِالٰہ! تیرا یہ فیصلہ آخر کس حکمت پر مبنی ہے؟

بارگاہِ الٰہی سے پہلے تو ان کو یہ ادب سکھایا گیا کہ مخلوق کو خالق کے معاملات میں جلد بازی سے کام نہ لینا چاہیے، اور اس کی جانب سے حقیقتِ حال کے اظہار سے قبل ہی شک وشبہ کو سامنے نہ لانا چاہیے، اور وہ بھی اس طرح کہ اس میں اپنی برتری اور بڑائی کا پہلو نکلتا ہو۔خالقِ کائنات ان حقائق کو جانتا ہے جس سے تم بے بہرہ ہو اور اس کے علم میں وہ سب کچھ ہے جو تم نہیں جانتے۔

فرشتوں سے آدم علیہ السلام کی خلافت کا تذکرہ

حضرت آدم کی خلافت کا تذکرہ ملائکہ سے اس لیے فرمایا کہ کائنات ارضی اور سماوی کے منافع فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں، آسمان سے پانی کا برسانا، زمین سے اشجار ونباتات کا اگانا، گرم اور سرد ہواؤں کا چلانا وغیرہ ذلک، من جانب اللہ ان تمام چیزوں پر فرشتوں کا پہرہ ہے، اور یہ تمام امور فرشتوں ہی کی محافظت اور نگرانی میں ہیں، پس جب تک فرشتے اللہ کے خلیفہ کی اطاعت نہ کریں اس وقت تک خلافت کا کام سرانجام نہیں پاسکتا؛ اسی لیے حق تعالیٰ شانہ نے اول فرشتوں کے سامنے حضرت آدم کا علمی فضل وکمال ظاہر فرمایا اور پھر ان کو سجدے کا حکم دیا۔

جیسا کہ سلاطینِ عالَم (دنیا کے بادشاہ) جب کسی کو منصب وزارت پر سرفراز کرتے ہیں تو حکومت کی تمام فوجیں اس کی ماتحتی میں دیدی جاتی ہیں، اور آکر سلامی دیتی ہیں اسی طرح حق تعالیٰ شانہ نے جب حضرت آدم علیہ السلام کو منصب خلافت پر سرفراز فرمایا تو اپنے تمام اعیانِ سلطنت (ملائکہ) سے حضرت آدم علیہ السلام کو اطاعت وفرمانبرداری کا سجدہ کرادیا تا کہ خلافت کے کام میں کسی قسم کا کوئی خلل پیش نہ آئے اور چوں کہ یہ تمام

عالَم بمنزلہ ایک ’’شہر‘‘ کے ہے، اور فرشتے اس کے ’’عامل‘‘ اور ’’کارکن‘‘ ہیں؛ اس لیے خلافت کا تذکرہ ’’فرشتوں‘‘ سے ہی فرمایا کسی اور مخلوق سے ذکر نہیں فرمایا؛ اس لیے کہ اور سب فرشتوں ہی کے ماتحت ہیں۔

چنانچہ فرشتوں نے **انی جاعل فی الارض خلیفة** سے یہ سمجھا کہ جب وہ خلیفہ زمین سے پیدا ہوگا، تو لذاتِ سفلیہ (زمینی اشیاء) سے منتفع اور مستفید ہونے کی خواہش اس کی فطرت میں مرکوز ہوگی، جب ان لذتوں کی اس کو ضرورت ہوگی تو قوتِ شہویہ (نفسانی خواہشات) جوش میں آئے گی، اور جو شخص ان لذات اور منافع میں اس کی مزاحمت کرے گا اور آڑے بنے گا تو قوتِ غضبیہ جوش میں آئے گی، اور مدافعت اور روکنے کے لئے جنگ وجدال اور قتل وقتال کی نوبت آئے گی؛ اسی لیے فرشتوں کو یہ شبہ ہوا کہ زمین کی عمارت اور اصلاح کے لیے ایسے شخص کو خلیفہ بنانا بظاہر خلافِ حکمت معلوم ہوتا ہے۔ عرض کیا: **أَتَجعَلُ فِیهَا مَن یُفسِدُ فِیهَا وَیَسفِکُ الدِّمَآئَ وَنَحنُ نُسَبِّحُ بِحَمدِکَ وَنُقَدِّسُ لَکَ** (البقرۃ ۳۰) فرشتوں نے یہ کسی اعتراض کے طور پر نہیں بلکہ محض حکمت دریافت کرنے کے لیے بارگاہِ خداوندی میں یہ عرض کیا: کہ زمین میں آپ اس شخص کو خلیفہ بناتے ہیں؟ جو زمین میں فساد اور خون ریزی کرے حالانکہ ہم سب ہر لمحہ تیری ذات پاک کی ستائش کے ساتھ مسلسل تسبیح کرتے ہیں تاکہ تیری ذات اور صفات کا حق ادا ہو، نیز ہم خاص تیرے لیے تقدیس کرتے ہیں، یعنی ہم تیرے افعال کو اس بات سے پاک جانتے ہیں کہ تیرا کوئی فعل معاذ اللہ خلافِ حکمت ہو، یا معاذ اللہ اس میں سفاہت اور عبث کا شائبہ ہو، بخلاف بنی آدم کے کہ اگروہ تیری تسبیح اور تقدیس بھی کریں گے، تو بسا اوقات ریا اور حرص وہوا کی آمیزش اور شرکت سے پاک نہ ہوگی۔

رہا یہ سوال کہ ملائکہ کو بنی آدم کا مفسد اور خون ریز ہونا کیسے معلوم ہوا؟ سو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے: کہ جب اللہ نے یہ فرمایا **انی جاعل فی الارض خلیفةتو** فرشتوں نے یہ عرض کیا کہ وہ خلیفہ کیسا ہوگا؟ تو اللہ رب العزت نے یہ فرمایا: کہ اس خلیفہ کی ذریت و اولاد ہوگی اور زمین میں فساد کرے گی، اور ایک دوسرے پر حسد کرے گی، اور ایک دوسرے کو قتل کرے گی (تفسیر ابن ابی حاتم ۱:۷۸، تفسیر ابن کثیر ۱/۹۸) اس پر ملائکہ نے یہ سوال کیا **أَتَجعَلُ فِیهَا مَن یُفسِدُ فِیهَا وَیَسفِکُ الدِّمَآ** اور ملائکہ کا یہ سوال محض حکمت دریافت کرنے کے لیے تھا کہ فساد اور خون ریزی کرنے والوں کو پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ حاشا بطور اعتراض نہ تھا؛ اس لیے کہ ملائکہ کی تو یہ شان

ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے :**لا یسبقونہ بالقول**(الانبیاء ۲۷) یعنی بغیر اذنِ الٰہی کے کوئی بات بھی نہیں کہہ سکتے، اسی طرح ارشاد باری ہے: '**بل عباد مکرمون**'(الانبیاء ۲۶ :)(فرشتے) خدا کے محترم بندے ہیں مقصد فقط یہ تھا کہ اس قسم کی مخلوق پیدا کرنے میں کیا حکمت ہے؟ اگر عبادت اور بندگی مقصود ہے تو ہم اس کے لیے حاضر ہیں، ہر وقت تیری اطاعت اور تیری بندگی میں سرشار ہیں، اور تیری معصیت اور نافرمانی سے بالکلیہ پاک اور بری ہیں؛ اس لیے حق تعالیٰ شانہ نے جواب ارشاد فرمایا **انی اعلم مالا تعلمون**' (البقرۃ ۳۰) تحقیق میں جانتا ہوں وہ جو تم نہیں جانتے یعنی تم کو معلوم نہیں کہ منصب خلافت کے لیے ایسی ہی حقیقتِ جامعہ مناسب ہے جو جسمانیت اور روحانیت دونوں کی جامع ہو، اور قوتِ عقلیہ کے ساتھ اس میں قوتِ شہویہ اور غضبیہ بھی ہو جس نوع کا مزاج ان مختلف قویٰ سے مرکب ہوگا وہی عالم کے انتظام اور تدبیر وتصرف پر قادر ہوگا، کائناتِ ارضیہ کے حقائق اور منافع کو بخوبی سمجھے گا، اور طرح طرح کی صنعتیں ایجاد کرے گا تاکہ زمین میں موجود ومستور منافع عالمِ ظہور میں آجائیں اور ظاہر ہے کہ فرشتوں میں یہ استعداد اور صلاحیت نہیں۔ ہر کسے را بہر کارے ساختند

فائدہ : جاننا چاہیے کہ ہر انسان میں دو قوتیں ہیں ایک تو ''قوت شہویہ'' جس سے زنا وغیرہ صادر ہوتا ہے جس کو فرشتوں نے **من یفسد فیھا** سے تعبیر کیا ہے، اور دوسری ''قوتِ غضبیہ'' جس سے قتل اور ضرب اور خونریزی ظہور میں آتی ہے جس کو ملائکہ نے '**ویسفک الدماء** سے تعبیر کیا ہے، فرشتوں نے انسان کے یہ دو عیب ذکر کر کے اشارۃً ان دونوں عیبوں کی اپنے سے نفی کی؛ اس لیے کہ **من یفسد** کے مقابلے میں **نحن نسبح بحمدک** کہا اور **یسفک الدماء** کے مقابلے میں **و نقدس لک** کہا۔

اس میں شک نہیں کہ ''قوتِ شہویہ'' اور ''قوت غضبیہ'' بہت سے مفاسد اور خرابیوں کا سرچشمہ ہیں لیکن ان دونوں قوتوں میں منافع ومصالح اور فوائد بھی نہایت عجیب وغریب ہیں، ملائکہ نے ''قوتِ شہویہ'' اور ''غضبیہ'' کے مفاسد کا تو ذکر کیا لیکن ان دونوں قوتوں کے منافع اور فوائد سے ان کو ذہول ہوا، فرشتوں کا خیال اس طرف نہ گیا کہ یہی قوتِ شہویہ جب اس کا رخ خداوند ذوالجلال کی طرف پھیر دیا جاتا ہے تو اس سے وہ ثمرات اور نتائج ظہور میں آتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر فرشتے بھی عش عش کرنے لگتے ہیں یعنی غلبۂ عشق خداوندی اور اس کی محبت کا جوش، اور ولولہ خدا کی محبت اور اس کے عشق میں قلب وجگر کا بے چین اور بے تاب رہنا یہ وہ نعمت ہے کہ جس پر ملائکہ بھی

رشک کرتے ہیں؛اس لیے کہ ملائکہ میں قوتِ شہویہ نہ ہونے کی وجہ سے عشق ومحبت کا مادہ نہیں، اطاعت وفرما برداری میں اگر فرشتوں کا پلہ بھاری ہے تو عشق اور محبت میں آدم اور بنی آدم کا پلہ بھاری ہے، اور علی ھذا جب ''قوتِ غضبیہ'' وکارخانۂ خداوندی میں صرف کیا جاتا ہے تو اس سے بھی عجیب وغریب نتائج اور ثمرات ظاہر ہوتے ہیں یعنی خدا کی راہ میں جانبازی اور سرفروشی اور اس کے دشمنوں سے جہاد وقتال۔

یہی وجہ ہے کہ اصحاب بدریین کی طرح وہ ملائکہ جو جنگ بدر میں شریک ہوئے ان ملائکہ سے افضل ہیں جو جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے جیسا کہ بخاری میں (کتاب المغازی ۲/۵۶۹)(رقم الحدیث ۳۹۹۲) مذکور ہے، نیز خدا کی راہ میں جامِ شہادت نوش کر جانا یہ ایسی عظیم نعمت ہے کہ ملائکہ اس سے بالکلیہ محروم ہیں، نیز جب تک قوتِ عقلیہ کے ساتھ قوتِ شہویہ اور قوتِ غضبیہ نہ ہو تو تنہا صرف قوتِ عقلیہ تجارت وزراعت، صنعت وحرفت اور تمدن ومعاشرت کے اصول وقوانین مرتب نہیں کر سکتی جن پر تمام کارخانہ عالم کا دارومدار ہے، لہٰذا خلیفہ ونائب کے لیے یہ ضروری ہوا کہ قوتِ عقلیہ کے ساتھ قوتِ غضبیہ اور قوتِ شہویہ کا بھی حامل ہو، نیز اگر جہاں میں برائیاں اور قباحتیں موجود نہ ہوں تو بعثتِ رسل، انزالِ کتب، شرائع واحکام اور اوامر ونواہی سب معطل اور بیکار ہو جائیں۔

نیز ملائکہ نے علی الاطلاق تسبیح اور تقدیس کا دعوی کیا حالانکہ ان کی تسبیح اور تقدیس فقط ان اسماء اور صفات کے ساتھ مقید ہے اور مخصوص ہے جن اسماء اور صفات کا ان کو علم دیا گیا ہے جیسا کہ **قالو سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا** سے معلوم ہوتا ہے، مگر ملائکہ کو یہ معلوم نہیں کہ حق تعالی شانہ کے ایسے اسماء بھی ہیں کہ وہاں تک ملائکہ کے علم کی رسائی نہیں اور اللہ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ان اسماء اور صفات کا علم عطا فرمایا علاوہ ازیں بنی آدم کی تسبیح تقدیس شیطان ونفس سے ''قوت شہویہ'' اور ''قوت غضبیہ'' کے معارضہ اور مقابلے کی وجہ سے زیادہ اکمل اور بہتر ہے، بخلاف ملائکہ کے کہ ان کی تسبیح اور تقدیس بمنزلہ سانس کے اضطراری ہے، اور اختیاری تسبیح وتحمید اضطراری تسبیح اور تحمید سے بہتر ہے۔

اور ان سب سے بڑھ کر یہ کہ انسان کا مقصدِ تخلیق ''امتحان'' بھی تھا، اور امتحان وآزمائش کے لئے خیر وشر کا اجتماع، اور دونوں میں سے کسی کے انتخاب کا اختیار کا ہونا ضروری تھا، ورنہ ایک مجبور ومضطر کے ''امتحان'' کے کیا معنیٰ؟ (تلخیص معارف القرآن ادریسی، وقصص القرآن) (جاری)

اسباق حدیث

''استعاذہ'' کی اہمیت وفضیلت

مولانا محمد جابر میواتی

استاذ شعبۂ تفسیر مظاہر علوم سہارنپور

''استعاذہ'' کی فضیلت واہمیت میں بیشمار احادیث مبارکہ وارد ہیں، اور موقع بموقع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سینکڑوں چیزوں سے اللہ تعالی کی پناہ چاہی ہے، جن کے الفاظ کتبِ حدیث اور ادعیۂ ماثورہ پر مرتب کتابوں میں موجود ہیں، گذشتہ دو قسطوں میں الفاظ استعاذہ مختصر تشریح کے ساتھ پیش کئے گئے، اب یہ تیسری وآخری قسط ہدیۂ قارئین ہے۔

ومِن زَوَالِ نِعْمَتِكَ. اللہ تعالی کی ظاہری وباطنی نعمتوں کے زوال اور ان کے چھن جانے سے۔ علامہ مناویؒ ''فیض القدیر'' میں لکھتے ہیں: نعمتوں کے زوال سے پناہ گناہوں سے بچنے کو بھی شامل ہے، کیوں کہ معصیت نعمتوں کو ختم کردیتی ہے۔

وتَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ. عافیت کے مصیبت میں اور سلامتی کے بلائیں بدل جانے سے، گویا ہمیشہ عافیت کا سوال ہے، جیسا کہ متعدد احادیث شریفہ میں عافیت کے سوال کی تاکید وارد ہے۔

وفُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ. اچانک بلا مہلت اللہ تعالی کی پکڑ اور سزا سے۔

وجَمِيعِ سَخَطِكَ. اللہ تعالی کے غیظ وغضب اور اس کے اسباب وآثار سے۔

والسُّمْعَةِ وَالرِّيَاءِ. اچھے کاموں میں سناوے اور دکھلاوے سے۔ یا یہ کہا جائے کہ سمعۃ کا تعلق اقوال سے ہے، اور ''ریاء'' کا تعلق افعال سے ہے۔

ومِن شَرِّ فِتْنَةِ الْغِنَى. یعنی مال جمع کرنے کی لالچ اور اس کی محبت سے، اس طرح کہ بس اسی کی فکر میں لگا رہے، چاہے حلال ذریعہ سے آئے یا حرام سے، اور اس مال کو اس کے مصارف میں خرچ نہ کرے، نیز اس پر تکبر اور گھمنڈ بھی کرنا، یہ بھی مال کا فتنہ ہے۔

وشَرِّ فِتْنَةِ الْمَسِيحِ الدَّجَّالِ. دجال کی آزمائشوں اور اس کے فتنوں سے، جن سے صرف مضبوط

ایمان والا ہی محفوظ رہ سکتا ہے۔

شیطان اور اس کے شرور سے پناہ کے متعلق مختلف الفاظ وارد ہیں:

الـخُبُثِ وَ الـخَبَائِثِ. یعنی بیت الخلا جاتے وقت نر و مادہ جنات وشیاطین سے پناہ چاہے، کیوں کہ وہ ان کی جگہ ہے، جیسا کہ حضرت زید بن ارقم کی اسی حدیث کے شروع میں ہے: إِنَّ هَذِهِ الْحُشُوشَ مُحْتَضَرَةٌ۔

وشَـرِّ الشَّيْطَانِ وَ شِـرْكِهِ. شیطان کے شر سے، یعنی اس کے وساوس اور گمراہ کرنے سے۔ اور اس کے اس شرک سے جس کی طرف وہ تمہیں بلا رہا ہے۔ اس میں ایک لغت ''شَـرَكِهِ'' بھی ہے، جس کا مطلب ہے: شیطان کے اس جال سے جس کے ذریعہ وہ لوگوں کو پھنساتا ہے۔

وكُلِّ شَيْطَانٍ. تمام جنات وشیاطین سے، ایک دوسری روایت میں ''شَـرِّ سَاكِنِ الْبَلَدِ'' وارد ہوا ہے جس کی تفسیر بھی جنات وشیاطین سے ہی کی گئی ہے۔ دوسری تشریح انسانوں سے کی گئی ہے۔ اسی طرح ''شَـرِّ وَالِدٍ وَمَا وَلَدَ'' کی تشریح بھی اکثر علماء نے ابلیس اور اس کی اولاد جنات وشیاطین سے کی ہے۔

وشَـرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَـاءِ، وشَـرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا ۔ ان چیزوں کے شر سے جو آسمانوں کی طرف چڑھتی اور اترتی ہیں، یعنی جنات وشیاطین۔ یا ما ینزل من السماء سے مراد تقدیر کے فیصلے ہوں، اور ما یعرج فیھا کا مصداق ہمارے اعمال ہوں، اور مطلب یہ ہوگا کہ تقدیر کے برے فیصلے اور برے اعمال سے پناہ چاہتا ہوں۔

وشـرِّ الـمرأة وما جُبِلَتْ عليه. عورت اور اس کے اس طبعی وفطری شر سے جس پر وہ پیدا کی گئی ہے۔

وشـرِّ الـخادم وما جُبِلَ عليه. خادم اور اس کے اس شر سے جس پر وہ پیدا کیا گیا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے بندوں کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے، وہ انسان ہوں یا جنات، جیسا کہ ایک روایت میں: ''وشَـرِّ عِبَادِهِ'' عام ہے، شراحِ حدیث نے اس کی تشریح انسان اور جنات کے شرور سے ہی کی ہے۔

وكُلِّ هَامَّةٍ. تمام زہریلے وموذی حشرات الارض سے، مثلاً: سانپ، بچھو وغیرہ۔ اِن ھوام الأرض میں سے بعض کا تعیین کے ساتھ بھی تذکرہ موجود ہے، مثلا: ''شَـرِّ حَيَّةٍ'' سانپ کے شر سے، ''شَـرِّ أَسْوَدَ'' کالے بڑے سانپ کے شر سے، جو بہت خطرناک ہوتا ہے۔ ''شَـرِّ عَقْرَبٍ'' بچھو کے شر سے۔

وشَـرِّ الأرض، وَشَـرِّ مَا فِيها، وشَـرِّ مَا خُلِقَ فِيها، وشَـرِّ مَا عَلَيْها. اور زمین کے شر سے، یعنی اس کے دھنس جانے اور اس میں گم ہو جانے سے، اس میں رہنے والے حشرات الارض سے، اور اس پر

بسنے والی مخلوق کے شر سے۔

وشَرِّ مَاعَمِلْتُ. ایسے کاموں کے شر سے جو میں نے کیے ہیں۔

وشَرِّ مَا لَمْ أعمَلْ. اور ایسے کاموں کے شر سے جو میں نہیں کر سکا، حالانکہ ان کا نہ کرنا موجبِ ہلاکت ہے۔ یا مراد یہ ہے کہ دوسرے گناہگاروں کے گناہوں کے شر سے، کیوں کہ بسا اوقات کسی ایک کے گناہ کی نحوست دوسروں پر بھی پڑ جاتی ہے۔

وشَرّ سَمْعِي. کان کے شر سے، کہ میں اس سے کوئی غلط، بیہودہ اور ناجائز بات نہ سنوں۔

وشَرّ بَصَرِي. آنکھ کے شر سے، کہ میں اس سے کوئی فحش اور ایسی چیز نہ دیکھوں جو آپ کو ناراض کرے۔

وشَرِّ لِسَانِي. زبان کے شر سے، کہ میں اس سے کوئی غلط، ناجائز اور لایعنی بات نہ بولوں۔

وشَرّ قَلْبِي. دل کے شر سے، کیوں کہ دل تمام خرابیوں کی بنیاد اور جڑ ہوتا ہے، فاسد اور باطل عقائد، حسد اور بغض وغیرہ باطنی امراض سب اسی کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

وشَرّ نَفْسِي. نفس کے شر سے، کیوں کہ گناہوں کا داعیہ، اور شہوات کی طرف میلان اسی کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی لیے ایک دوسری حدیث میں ہے: ''لا تَكِلْني إلى نفسي طَرْفةَ عَين'' کہ اے اللہ! مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی نفس کے سپرد مت کر۔

وشَرّ مَنِيِّي. اپنی شرمگاہ کے شر سے، کہ میں اس کو زنا وغیرہ میں استعمال نہ کروں۔

ابن رسلانؒ ''شرح ابوداودؒ'' میں فرماتے ہیں: مقصود ان تمام اعضاء کے شرور سے پناہ چاہنا ہے، جن کی حفاظت کا حکم دیا گیا ہے: {وَالَّذِينَ هُمْ لِأَمَانَاتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ} ، آنکھ، کان، زبان وغیرہ سب امانت ہیں، ان کے بارے میں سوال ہوگا، جیسا کہ فرمانِ باری تعالی ہے: {إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا }۔

وشَرِّ الريح، وَشَرِّ مَا فِيهَا، وَشَرِّ مَا أُرْسِلَتْ بِهِ. ہوا اور اس کے اندر چھپے ہوئے شر سے، اور اس فیصلے کے شر سے جس کے ساتھ وہ بھیجی گئی ہے، مثلاً عذاب وہلاکت وغیرہ۔

وشَرِّ البعير وما جُبِلَ عليها. اونٹ اور اس کے طبعی شر سے جس پر اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

وشَرِّ الْغَاسِقِ إِذَا وَقَبَ. چاند کے شر سے جب کہ وہ چھپ جائے، کیوں کہ شر پسند اور فسادی مزاج لوگ

رات کے اندھیرے میں ہی وہ شرارت اور فساد کرتے ہیں جو دن کے اجالے اور چاند کی روشنی میں نہیں کر پاتے۔

وَشَرِّ هٰذِهِ اللَّيْلَةِ، وَشَرِّ مَا بَعْدَهَا. اس موجودہ رات اور اس کے بعد والی راتوں کے شر سے، کہ رات میں ہی عموماً شرور وفتن وجود پذیر ہوتے ہیں۔

وَشَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ. رات اور دن میں بری خبر لانے والے سے، یا رات اور دن کے حوادث سے۔

وَشَرِّ الْحُلُمِ. خوابوں کے شر سے، کہ خواب میں خوفناک اور ڈراؤنی چیزیں نہ دیکھیں۔

وَشَرِّ مَا أَجِدُ وَأُحَاذِرُ. اس تکلیف کے شر سے جس میں فی الحال مبتلا ہوں، اور اس مصیبت وتکلیف کے شر سے جس کے لاحق ہونے کا خوف ہے۔

وَشَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ. رگوں میں خون کے غلبہ اور شدت سے، جس کی وجہ سے بیماریاں پیدا ہوتی ہے، جسے آج کل ''بلڈ پریشر'' کہتے ہیں۔

وَشَرِّ الْعَوَامِّ وَالْعَامَّةِ. خاص اور عام مصیبتوں سے۔

وَشَرِّ مَا أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهِ. ہر اس چیز کے شر سے جو آپ کے قبضۂ قدرت اور ملکیت میں ہے، اور ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی کے دستِ قدرت میں ہے۔ اسی کو ایک روایت میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

''وَالشَّرِّ كُلِّهِ، عَاجِلِهِ وَآجِلِهِ، مَا عَلِمْتُ مِنْهُ، وَمَا لَمْ أَعْلَمْ''

الحاصل! مختلف روایات میں حسبِ موقع بہت سی اشیاء کے شرور وفتن سے پناہ مانگی گئی ہے، اس لیے تمام مخلوق کے شر سے پناہ مانگنی چاہئے، جیسا کہ دوسری روایت میں: وَشَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وارد ہے، سورۃ الفلق میں مِن شَرِّ مَا خَلَقَ میں یہی مراد ہے۔

اِن میں سے بہت سی اشیاء ایسی ہیں جن کے شرور سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم معصوم ومحفوظ ہیں، پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لیے خود بھی ان سب سے پناہ مانگی ہے، اس لیے یہ دعاء بھی مانگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن جن چیزوں سے پناہ مانگی ہے اُن سب سے پناہ مانگتا ہوں، جیسا کہ ایک روایت میں ہے: ''وَشَرِّ مَا اسْتَعَاذَ مِنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ''۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی حفظ وامان میں رکھے، حاسدین کے حسد، فتنین کے فتنہ، اور شریر کے شر سے ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

باسمہ تعالیٰ

ذاتی مراسلت سے

فون ہردوئی
کوڈ ۰۵۸۵۲
۲۲۲۶۳۳

حضرت حکیم محمد کلیم اللہ ناظم مدرسہ اشرف المدارس و مجلس دعوۃ الحق ہردوئی یوپی الہند
پن کوڈ ۲۴۱۰۰۱

فون علیگڈھ
کوڈ ۰۵۷۱
۲۴۰۱۸۲۱

تاریخ ۴ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ

مطابق ۲۰ر ستمبر ۲۰۲۳ء

حوالہ ______

حضرات علماء کرام واساتذۂ عظام وشرکاء اجلاس زید مجدھم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ بندہ کی طبیعت پہلے سے بہتر ہے، امید ہے کہ آپ حضرات بھی بخیر وعافیت ہوں گے، میں التزاماً دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو عافیت سے رکھے، مکارہ سے بچائے، دینی خدمات کو قبول فرمائے، اخلاص کے ساتھ اصولِ صحیحہ کے مطابق کام میں لگے رہنے کی توفیق عطاء فرمائے، نیز آپ کے ملک میں امن وامان عطاء فرمائے۔

حسبِ معمول مرکز الفکر الاسلامی بشوندرا کے سالانہ اجتماع میں شرکت کے لئے آپ حضرات دور دراز سے تشریف لائے ہوئے ہیں، اس کے پیشِ نظر داعیانِ اجلاس کی درخواست پر چند گزارشات پیشِ خدمت ہیں، امید ہے کہ ان پر خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کریں گے۔ آج کل اپنے احباب و متعلقین کو چند باتوں کی خاص نصیحت اور تاکید کر رہا ہوں، روزانہ مجلس میں ان کا مذاکرہ ہوتا ہے، اور بطور خلاصہ انہی باتوں پر مجلس کا اختتام ہوتا ہے۔

(۱) تقویٰ: آپ میں سے اکثر حضرات اہلِ علم ہیں، بخوبی جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں بار بار اس کی تاکید فرمائی ہے اِتَّقُوا اللہَ - اِتَّقُوا اللہَ۔ اور یہ ان کی شان کریمی ہے کہ ساتھ ہی رہبری فرمادی کہ تقویٰ کے حصول کا ذریعہ کیا ہوگا؟ فرمایا كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ صادقین کی صحبت ذریعہ ہے تقویٰ کے حصول کا، صادقین وہ جو حکم ربی فَاتَّبِعُوْنِيْ پر عمل کرتے ہیں، جن کی زندگی میں کامل اتباع ہے سنت وشریعت کا، جن کے قول وفعل میں یکسانیت ہے، ایسے کسی بھی اللہ والے سے اپنے آپ کو وابستہ رکھیں، اپنے حالات کی ان کو اطلاع کرتے رہیں اور ان کی ہدایات پر عمل کریں۔

(۲) استغفار کی کثرت: ہماری شامت اعمال کی وجہ سے عرب وعجم ہر جگہ بدامنی وبے سکونی پھیلی ہوئی ہے، آئے دن کہیں زلزلہ، کہیں سیلاب، کہیں طوفان ودیگر حوادث، یہ سب قہرِ خداوندی کا ظہور ہے، دعاء کرنا چاہیے کہ یا اللہ! ہم پناہ چاہتے ہیں آپ کے قہر سے، پناہ چاہتے ہیں آپ کے غضب سے، ہم پر اور ساری امت پر رحم فرمادیجئے۔

(۳) نماز باجماعت کا اہتمام: دینی خدام کے لئے ضروری ہے کہ سنن ومستحبات کی رعایت کے ساتھ نماز باجماعت کا اہتمام کریں، عذر کی حالت مستثنیٰ ہے، عام حالات میں اس کا خاص خیال رکھیں، میرے شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ عوام سے تو فرائض کے متعلق سوال ہوگا لیکن علماء سے سنن ومستحبات کے متعلق پوچھ ہوگی کہ احادیث میں یہ فضائل پڑھے تھے ان پر کتنا عمل ہوا؟ مستحبات پر جتنا عمل ہوگا اتنی ہی باطنی ترقی نصیب ہوگی، کم از کم چالیس دن جماعت کا اس طرح اہتمام جس میں ایک بھی تکبیر تحریمہ فوت نہ ہو، اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔

(۴) تلاوت کی پابندی: آج کل اس طرف بہت زیادہ غفلت ہو رہی ہے، صحت کے ساتھ تلاوتِ قرآن مجید کی طرف خاص توجہ اور فکر کی ضرورت ہے، یہ قرآن مجید کا بنیادی حق ہے، تھوڑی مقدار ہی سہی لیکن پابندی کے ساتھ یومیہ تلاوت کا اہتمام ہو۔

بقیہ مضمون اگلے صفحہ پر۔۔۔

باسمہ تعالیٰ

ذاتی مراسلت
حضرت حکیم محمد کلیم اللہ ناظم مدرسہ اشرف المدارس و مجلس دعوۃ الحق ہردوئی یوپی الہند
پن کوڈ ۲۴۱۰۰۱
فون ہردوئی کوڈ ۰۵۸۵۲ ۲۲۲۶۴۳
فون علیگڈھ کوڈ ۰۵۷۱ ۲۴۰۱۸۲۱

تاریخ ۱۴/ربیع الاول ۴۵ھ
مطابق ۳۰/ستمبر ۲۳ء
حوالہ ________

(۵) ذکر کا معمول: حق تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا میرا نام کثرت سے لو۔ آپ حضرات کی مشغولی تعلیم و تعلم میں، درس و تدریس میں بہت قابلِ مبارکباد ہے لیکن اس کے ساتھ ذکر کا معمول بھی ہونا چاہیے، ہمارے اکابرین رحمہم اللہ جن کی طرف نسبت کو ہم اپنے لئے قابلِ فخر سمجھتے ہیں اپنی علمی، عملی، ملی، دعوتی ساری مصروفیات کے باوجود اس قدر کثرت سے ذکر فرماتے تھے کہ حیرت ہوتی ہے، ان کے حالات میں اس کی تفصیل موجود ہے، تھوڑی دیر ہی سہی؛ لیکن کچھ تو معمول ہو ذکر کا، تقدم تاخر میں کوئی حرج نہیں لیکن ناغہ نہ ہو، دو مختصر سے جملے ہیں ان کو ذہن نشین کرلیں: "زبان ذاکر دل شاکر"۔ "ذکر کا ناغہ روح کا فاقہ"۔ یہ خلاصہ ہے سارے تصوف کا، جس قدر ذکر میں لگیں گے اسی قدر فکر پیدا ہوگی۔

(۶) اچھے اخلاق: بچوں پر شفقت و نرمی، گھر والوں کے ساتھ حسن سلوک، لوگ اس کو دین کا حصہ نہیں سمجھتے، حدیث شریف میں اس کی خاص تاکید آئی ہے، فرمایا گیا ہے: خیر کم خیر کم لاهله. وانا خیر کم لاهلي۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "بیوی خادمہ نہیں، ملازمہ نہیں، رفیق حیات ہے، شریک حیات ہے" اس لئے گفتگو میں الفاظ شستہ ہوں، لہجہ بھی نرم ہو، حاکمانہ ہرگز نہ ہو، محبت و شفقت کے ساتھ نماز و تلاوت و ذکر کی تلقین کرتے رہیں، اور حسبِ گنجائش ان پر خرچ میں وسعت کا معاملہ رکھیں، حدیث شریف میں ہے کہ بہترین صدقہ وہ ہے جو اپنے گھر والوں پر کیا جائے، حضرت والا شاہ ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے انتقال سے ایک ہفتہ قبل اس حدیث شریف کو خوشخط لکھوا کر اپنے سرہانے رکھوایا تھا۔

(۷) گناہوں سے بچنے کی فکر: مذکورہ بالا اعمالِ صالحہ کے تحفظ و بقاء کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں سے بچنے کا خاص اہتمام کیا جائے، بالخصوص تین اعضاء: آنکھ، کان، زبان کے گناہوں سے بچنے کی خاص فکر ہو، زیادہ تر معاصی کا صدور انہی اعضاء سے ہوتا ہے، اس میں ابتلائے عام ہے، حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے، پھر حضرت اقدس تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے، اس کے بعد مصلح الامت حضرت شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت تفصیل سے اس پر کلام فرمایا ہے۔

ان باتوں پر عمل کریں گے تو ان شاء اللہ تعالیٰ قلب میں نور اور اعمال میں نکھار پیدا ہوگا، گھر میں خیر و برکت ہوگی، اولاد بھی عافیت سے رہے گی، اور آپ عند اللہ مقبول و ماجور ہوں گے۔

حق تعالیٰ اس اجتماع کو اور اس کے شرکاء کو قبول فرمائے، امت کے لئے نافع بنائے، اس کے انعقاد میں کسی بھی طرح حصہ لینے والوں کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ حضرات کے جملہ مقاصد کے لئے دل سے دعاء کرتا ہوں۔ والسلام

محمد کلیم اللہ عفی عنہ

فتاویٰ مظاہر علوم

انتخاب وترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی

س : سرکار آج کل دینی مدارس میں کمپیوٹر اور دیگر امداد دینے کے لے سرگرم عمل ہے بعض اہل مدارس بھی سرکار کے اس پروگرام کی طرف متوجہ ہیں اس لیے اس سلسلہ میں علاقے کے مدارس کے ذمہ داروں کی اہم میٹنگ ہوئی جس میں یہ طے پایا کہ اس بارے میں اپنے مرکزی اداروں سے رابطہ کر کے اپنے اکابر کی منشاء کے مطابق عمل کریں۔ لہٰذا آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اس چیز کو واضح فرمائیں کہ اہل مدرس اس امداد کو قبول کریں یا نہیں؟

ج : اتنی بات تو ظاہر اور مسلم ہے کہ حکومت جو مدرسہ کے لیے امداد دیتی ہے اس سے اس کی بھی کوئی غرض ضرور وابستہ رہتی ہے مثلاً وہ اہل اسلام اور اہل مدارس کو زیر احسان کر کے اور ان پر اپنی رقم خرچ کر کے اثرات ڈالتے ہیں۔ اپنے ہم مذہب یا اپنے ہم خیال کو مدرس رکھنے کی یا ذمہ دار بنانے کی تدبیر کرتے ہیں اور یہ سب کام آہستہ اور غیر محسوس طریقے پر کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دینی تعلیم وتربیت کم ہو کر غیر دینی تعلیم وتربیت اس کی جگہ فروغ پاتی ہے اور بسا اوقات وہ مخلوط مدرسہ یا خالص اسکول بن جاتا ہے۔

الحاصل عادۃً یہ معلوم ہوا کہ امداد دینے کے بعد حکومت کی مداخلت اگر باضابطہ نہ بھی ہو لیکن نجی طور پر یقینی اور ضروری ہو جاتی ہے جس سے مدرسہ کے مقاصد میں خلل آنا یا مقاصد کا بالکلیہ بدل جانا لازم ہے جب کہ مدرسہ کے قیام اور مدرسہ کے لیے زمین دینے والوں اور چندہ دہندگان کی غرض اور ان کی منشاء کی رعایت کرنا بھی شرعاً لازم ہے (کذافی الشامی ۴/ ۴۲۳) اس قسم کی خرابیوں کی وجہ سے ہی ہمارے اکابر نے آج تک اس کو روا نہیں رکھا، نیز مدارس اسلامیہ کی خیر خواہی اسی میں معلوم ہوتی ہے کہ حکومت اور کسی بھی محکمہ سے آزادرہ کر اپنی دینی اور پرانی تعلیم دی جائے اور سرکاری یا کسی بھی محکمہ کی امداد قبول نہ کی جائے۔

س : جن مدارس میں سرکار اور محکمۂ تعلیم کی طرف سے مکمل اخراجات مثلاً تعمیر کے لیے رقم

اساتذہ وملازمین کی تنخواہ، طلبہ کے لیے کھانا، برتن، ٹاٹ وغیرہ دئیے جارہے ہیں تو ایسے مدارس میں زکوۃ اورصدقات واجبہ وچرم قربانی دینے سے ادا ہوگی یا نہیں اس سلسلہ میں احتیاطی پہلو کیا ہے؟

ج : جب مکمل اخراجات سرکار کا محکمۂ تعلیم اٹھائے گا تو ایسے مدرسہ کے لیے صدقات واجبہ کا چندہ کرنا اور وہاں دینا بھی درست نہ ہوگا۔

س : جن مدارس میں نادار طلبہ کا قیام وطعام بالکل نہیں رہتا یا برائے نام صرف چند طلبہ رہتے ہوں کیا ایسے مدارس کے ذمہ داروں کا اپنے مدرسہ کے نام پر زکوۃ وصدقات واجبہ وصول کرنا درست ہے؟ کیا ایسے مدارس میں زکوۃ کی رقم دینے سے اس کی ادائیگی ہوجاتی ہے؟

ج : جس مدرسہ میں زکوۃ ودیگر صدقات واجبہ کے مستحق طلبہ موجود نہ ہوں اس مدرسہ کے لیے زکوۃ وغیرہ صدقات واجبہ وصول کرنا درست نہیں ہے۔ امداد اور صدقات نافلہ سے وہاں کے مصارف پورے کئے جائیں جب زکوۃ کی رقم مستحق پر صرف نہیں ہوگی تو زکوۃ ادا نہیں ہوگی، درمختار ۲/ ۶۲ میں ہے، **یصرف المزکی الی کلھم او الی بعضھم تملیکا لا إباحۃ لاالی بناء نحو مسجد، الخ۔**

س : بعض مدارس کے ذمہ دار اپنے سفیر (چندہ وصول کرنے والے کو) سفر میں بھیجتے وقت بہت معمولی رقم جو ایام سفر میں خرچ کے لیے ناکافی ہوتی ہے دیدیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ آگے کے اخراجات زکوۃ میں وصول شدہ رقم سے پورا کریں پھر سفراء حضرات ایسا ہی کرتے ہیں تو کیا زکوۃ کی مد میں وصول شدہ رقم اس طرح سفیر خرچ کرسکتا ہے؟ شرعاً اس کی کہاں تک گنجائش ہے؟

ج : سفر خرچ میں زکوۃ کی رقم استعمال کرنا درست نہیں صدقات نافلہ سے خرچ کرنے کی گنجائش ہے اور اصل تو یہ ہے کہ سفر کا مکمل خرچ مدرسہ سے لے کر جائیں۔

س : ایک مدرسہ میں زکوۃ کے مصرف میں خرچ ہونے والی رقم کا سالانہ بجٹ مثلاً ایک لاکھ روپیہ ہے اس رقم سے زیادہ زکوۃ وصول کرنا کیسا ہے؟ زکوۃ کی رقم مدرسہ کی تعمیرات میں خرچ کی جاسکتی ہے یا نہیں؟

ج : زیادہ وصول نہیں کرنا چاہیئے تاکہ دیگر حقداروں کو بھی حق پہنچ جائے، زکوۃ کی رقم واجب التصدق ہے اس کو براہ راست تعمیر میں خرچ کرنا درست نہیں ہے۔

اخبار مظاہر

انتخاب وترتیب: عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی

مکاتب دینیہ زیر انتظام مظاہر علوم میں ششماہی امتحانات

حسب معمول سابق مکاتب دینیہ کے ششماہی امتحان کی تاریخیں ۸ر، ۱۵ر، ۲۲ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ/ مطابق ۲۴ر ستمبر، یکم اکتوبر، ۸ر اکتوبر ۲۰۲۳ء طے ہوئی ہیں، مکاتب کے امتحان کے لئے علی الترتیب مظاہر علوم کے کل سترہ (۱۷) اساتذۂ کرام متعینہ تاریخوں میں تشریف لے جاتے ہیں، امتحان لے کر نمبرات کے میزان کے بعد مکتب میں پڑھنے والے طلبہ کی اول دوم سوم پوزیشن متعین کی جاتی ہے اور گاؤں کے ذمہ داران کی موجودگی میں ان کو مظاہر علوم کی جانب سے انعامات دیئے جانے کی ترتیب ہے، اسی طرح امتحان لے کر باقاعدہ ہر ہر مکتب کی تعلیمی رپورٹ ممتحن حضرات تیار کرتے ہیں پھر اسی رپورٹ کی روشنی میں ان مکاتب کی آگے کی ترقی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔

مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ششماہی امتحان

۲۴ر ربیع الاول ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۰ر اکتوبر ۲۰۲۳ء منگل کے روز یکم ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ مطابق ۱۷ر اکتوبر ۲۰۲۳ء منگل تک ۷ر یوم میں امتحان ششماہی تقریری وتحریری ہوگا، ان شاء اللہ

امتحان سے دو روز قبل اتوار اور پیر میں امتحان کی تیاری کی وجہ سے اسباق بند رہیں گے، اور بعد ختم امتحان بدھ جمعرات میں اسباق کی چھٹی رہے گی، اس کے بعد آئندہ ہفتہ کے روز سے اسباق حسب معمول شروع ہوجائیں گے۔ ان شاء اللہ

ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیۃ علماء ہند کے اٹھارہویں فقہی اجتماع میں شرکت

ٹھیکری باڑی اتر دیناجپور میں جمعیۃ علماء ہند کے اٹھارہویں فقہی سیمینار کے سلسلہ میں دارالافتاء مدرسہ مظاہر علوم کے مفتی، اور مظاہر علوم کے نائب ناظم مولانا مفتی سید محمد صالح الحسنی کے نام باقاعدہ دعوت نامہ موصول ہوا، مفتی صاحب موصوف نے باضابطہ اس سیمینار میں شرکت کی، اجتماعی قربانی کے تعلق سے جدید مسائل، اسی طرح مال حرام سے تجارت جیسے حساس موضوع پر یہ سیمینار منعقد ہوا، اس کی ساری نشستوں میں مفتی صاحب موصوف نے شرکت کی اور باقاعدہ مفتیان کرام کے درمیان ہونے والے مناقشہ میں حصہ لے کر مدرسہ مظاہر علوم کی کامیاب نمائندگی کی۔

فخر آدمیت

جناب ماہر القادری

سلام اس پر کہ جس نے بے کسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ اسرار محبت جس نے سکھلائے
سلام اس پر کہ جس نے زخم کھا کر پھول برسائے

سلام اس پر کہ جس کے گھر میں چاندی تھی نہ سونا تھا
سلام اس پر کہ ٹوٹا بوریا جس کا بچھونا تھا

سلام اس پر، جو امت کے لئے راتوں کو روتا تھا
سلام اس پر، جو فرش خاک پر جاڑے میں سوتا تھا

سلام اس پر جو دنیا کے لئے رحمت ہی رحمت ہے
سلام اس پر کہ جس کی ذات فخر آدمیت ہے

سلام اس ذات پر، جس کے پریشاں حال دیوانے
سنا سکتے ہیں اب بھی خالد و حیدر کے افسانے

درود اس پر، جسے شمع شبستان ازل کہئے
درود اس ذات پر، فخرِ بنی آدم جسے کہئے

R.N.I. REGD. NO. 62469/95U.M.
URDU MONTHLY MAGAZINE

MAZAHIR ULOOM

SAHARANPUR



Rs. 30/-

MADRASA MAZAHIR ULOOM
SAHARANPUR-247001 (U.P.) INDIA, PH. 0132-2655542
E-Mail: jamiamazahir@gmail.com